بیت المقدس کا مختصر تعارف

(تاریخ کے آئینہ میں)

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ، یوپی، الھند

جملہ حقوق محفوظ

U-142

نام	:	بیت المقدس کا مختصر تعارف (تاریخ کے آئینہ میں)
مصنف	:	مفتی محمد سرور فاروقی ندوی
ناشر	:	مکتبہ پیامِ امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ
اردو ایڈیشن	:	پہلی بار
تعداد کتب	:	۱۰۰۰
سال	:	۲۰۲۳ء
قیمت	:	۵۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi
Book Name: Bait Al maqdis ka Mukhtasar Tarruf
Publisher : Maktaba Payam-e-Amn, Nadwa Road,Daliganj,lucknow.
Website: www.islamicjpamn.org
E-Mail: tasneemlko2012@gmail.com, ataullah2012@gmail.com
Phone No. 9984490150, 9919042879

ملنے کے پتے

١۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)	05222741539
٢۔ نیوسلور بک ایجنسی، 14، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی	0522-27415
٣۔ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد ۳۱ (لکھنؤ)	9936635816
۴۔ سبحانیہ بک ڈپو، نیا محلہ، جبل پور، مدھیہ پردیش	9424708020
۵۔ ستیہ فاؤنڈیشن 5 182-A گرین لینڈ کیمپس، پوکھرپور، کانپور	9935044343
٦۔ مکتبہ شباب جدید، ندوہ روڈ، لکھنؤ	9198621671
۷۔ مکتبہ شاہ ولی اللہ جامع مسجد، دیوبند	8439650526

فہرست

مقدمہ ۶
بیت المقدس اور انبیاء کا مسکن ۱۲
بیت المقدس کی تاریخ ۱۲
جائے وقوع ۱۳
بیت المقدس کے نام ۱۳
مقدس شہر ۱۵
بیت المقدس اور کعبۃ اللہ ۱۵
بیت المقدس کی آبادی ۱۶
ایل بیت کی اہمیت ۱۷
وادئ تیہ کا عرصہ ۱۸
بیت المقدس پر حملہ ۱۸
یہود کا قبضہ ۱۹
حضرت شموئل ۱۹
طالوت کی بادشاہت ۲۰
حضرت داؤد علیہ السلام ۲۱
تعمیر ہیکل اور دورِ سلیمان علیہ السلام ۲۲
حضرت داؤدؑ کے بعد ۲۲
تعمیری کام ۲۳
ہیکل کی لمبائی چوڑائی ۲۳
سلیمانی محل ۲۴
حضرت سلیمانؑ کی شان وشوکت ۲۴
وفات سلیمان علیہ السلام ۲۵
شاہ مصر کی پیش قدمی ۲۵

وفات سلیمان علیہ السلام کے بعد ۲۶
بیت المقدس سے یہودیوں کی محرومی ۲۶
یوتام کی شاہی ۲۷
حزقیاہ کی تخت نشینی ۲۸
منستی کی تخت نشینی ۲۸
بخت نصر شہنشاہِ بابل کا غلبہ ۲۹
بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی ۲۹
تل ابیب کی بنیاد ۳۰
دانیال وعزیر علیہم السلام کی نبوت کا دور ۳۱
صیہونیت کا آغاز ۳۱
ہیکل کی تعمیر نو ۳۱
نحمیاہ کا بیان ۳۲
سکندر اعظم کا استقبال ۳۳
سکندر کی موت کے بعد ۳۳
سکندر کا جنرل ۳۳
مکابی کا غلبہ ۳۴
ہیرود اعظم کا دور ۳۴
ہیرود کے کارنامے ۳۵
حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ۳۶
دعوائے پیغمبری ۳۸
یروشلم کی تباہی ۳۸
یہود اپنے کو بالاتر سمجھتے ہیں ۳۹
طیطس کا محاصرہ ۴۰
ہیکل کی تباہی ۴۰

آریجن کا دور........................ ۴۳
ابتدائے اسلام میں بیت المقدس........................ ۴۴
شہادت قرآن........................ ۴۴
روم سے اہل کتاب کی شکست........................ ۴۶
ایرانی مجوسیوں کے ساتھ مشرکین کی ہمدردی........................ ۴۶
حضرت ابوبکرؓ کی شرط........................ ۴۷
بدر کے دن رومی اہل کتاب کا غلبہ........................ ۴۷
شب معراج اور بیت المقدس........................ ۴۸
مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ........................ ۵۰
سفر معراج........................ ۵۱
سفر مسجد اقصیٰ........................ ۵۱

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔ اما بعد:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ (الاسراء:۱)

ہم جسے عام طور پر "مسجد اقصیٰ" کہتے ہیں، اسے اور بھی دوسرے ناموں مثلاً: "المسجد الأقصى" اور "الحرم القدسي الشريف" وغیرہ سے جانا جاتا ہے۔ یہ تاریخی مسجد، فلسطین کے شہر یروشلم (القدس) میں واقع ہے، جو ان دنوں غاصب صہیونی ریاست اسرائیل کے قبضے میں ہے۔ یہ مسجد مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تقریباً سولہ یا سترہ مہینے تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا کی۔ شرعی طور پر اہمیت وفضیلت کے اعتبار سے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے بعد، مسجد اقصیٰ کا مقام ومرتبہ ہے۔ قرآن وحدیث میں مختلف جگہوں پر اس مبارک مسجد کا ذکر آیا ہے۔ اس مسجد کے اردگرد کی جگہوں کو برکت والی جگہیں کہا گیا ہے۔ انھیں وجوہات کے پیش نظر دنیا بھر کے مسلمان مسجد اقصیٰ اور قدس کو بڑی عقیدت ومحبت سے دیکھتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے موقع سے مسجد حرام سے جس جگہ لے جایا گیا، وہ یہی مسجد اقصیٰ ہے۔ آپؐ نے اس مسجد میں سارے انبیاء علیہم السلام کی امامت کی۔ آپؐ اسی مسجد سے سفر معراج پر روانہ ہوئے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کے آپؐ کے اس مبارک سفر کو قرآن الکریم نے یوں بیان کیا ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① (سورۃ الاسراء:1)

ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، جس کے ماحول پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تاکہ ہم انھیں

اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ ہر بات سننے والی اور ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے"۔

مسجد اقصیٰ کو مسلمانوں کا "قبلۂ اوّل" ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے، مدینہ منورہ تشریف لائے؛ تو آپؐ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پہلے مسجد اقصیٰ کی جانب ہی رخ کر کے تقریباً سترہ مہینے تک نمازیں ادا کرتے رہے۔ صحابی رسول حضرت بَرَاء بن عازِب فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا، أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ۔ (صحیح البخاری:4486)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی؛ جب کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ آپؐ کا قبلہ بیت اللہ (کعبہ شریف) کی طرف ہو''۔

''تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ فلسطین میں سب سے پہلے بودوباش اور سکونت اختیار کرنے والے کنعانی تھے، جنھوں نے چھ ہزار سال قبل میلاد وہاں رہائش اختیار کی۔ یہ ایک عرب قبیلہ تھا اور جزیرہ عربیہ سے فلسطین میں آیا۔ کنعانیوں کے آنے کے بعد ان کے نام سے اسے فلسطین کا نام دیا گیا۔'' (دیکھیں کتاب: الصیھونیتہ نشاتھا تنظیماتھا، انشتطھا۔ تالیف: احمد العوضی ص ۷)

بعض حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام نے "مسجد حرام" کی تاسیس کے 40 سال بعد مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی۔ محدثین نے مزید وضاحت یہ کی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ مشرفہ کی تعمیری تجدید کی، اسی طرح مسجد اقصیٰ کی تجدید حضرت یعقوب علیہ السلام یا داؤد علیہ السلام نے کی اور سلیمان علیہ السلام نے اس کی تکمیل کی۔

ایک حدیث شریف میں مسجد اقصیٰ سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر، حج یا عمرہ ادا کرنے والے کو اگلے اور پچھلے گناہوں کے معافی کی بشارت دی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جس نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کے لیے حج یا عمرہ کا احرام باندھا، اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ یا۔ جنت اس کے لیے واجب ہو جائے گی''۔ (سنن ابی داؤد:1741)

مسجد اقصیٰ ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن میں عبادت کرنے اور نماز پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا باعث ثواب ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو مختلف ابواب کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (عبادت کی نیت سے) صرف تین مسجدوں کے لیے ہی سفر کیا جائے (اور وہ ہیں): مسجد حرام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ''۔ (صحیح بخاری:1189)

● ایک حدیث شریف میں مسجد اقصیٰ میں ایک پڑھی جانے والی نماز کا ثواب، پچاس ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر بتایا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک آدمی کی ایک نماز اپنے گھر میں، (ثواب میں) ایک نماز کے برابر ہے، اس کی نماز محلے کی مسجد میں، پچیس نمازوں کے برابر ہے، اس کی نماز جامع مسجد میں، پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، اس کی نماز مسجد اقصیٰ میں، پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، (اسی طرح) اس کی نماز میری مسجد (مسجد نبوی) میں، پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اسی شخص کی ایک نماز مسجد حرام میں، ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے''۔ (سنن ابن ماجہ:1413)

مسجد اقصیٰ کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اسی مسجد سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج ہوا تھا۔

اور اسی سفر معراج میں آپ ﷺ کو نماز کا تحفہ دیا گیا۔ یہ واقعہ بخاری شریف میں ایک لمبی حدیث میں آیا ہے۔ نماز والے حصے کا حاصل یہ ہے۔

کہ اوّلاً اللہ تعالیٰ نے اس سفر میں آپ ﷺ کو پچاس نمازوں کا تحفہ دیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر کہ آپؐ کی امت ان پچاس نمازوں کی ادائیگی نہیں کر پائے گی۔ آپؐ

نے اللہ تعالیٰ سے نماز کی تعداد کی کمی کی درخواست کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نماز کو کم کرتے کرتے پانچ نمازیں امت محمدیہ کے لیے باقی رکھی۔ (بخاری: 349)

مسجد کے اردگرد کا علاقہ اور شہر بھی اس مسجد کی وجہ سے بابرکت ہو گیا۔ اسی علاقے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے مقدس کا وصف دیا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ (المائدہ۔ 21)

''اے میری قوم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے۔''

یہ ایسی پاکیزہ سرزمین ہے جہاں پر دجال بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''وہ دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ باقی ساری زمین میں گھومے گا۔

(مسند احمد، حدیث نمبر 19665)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو اسی علاقے کے قریب قتل کریں گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عیسی بن مریم علیہ السلام دجال کو باب لُد میں قتل کریں گے۔''

(صحیح مسلم، حدیث نمبر 2937) (لُد بیت المقدس کے قریب ایک جگہ کا نام ہے)

القدس شریف ہی مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 41، صحیح مسلم، حدیث نمبر 525)

مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانۂ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ البتہ اس بات کا اہتمام ضرور کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رخ پر کھڑے ہوں جس پر خانۂ کعبہ اور بیت المقدس، دونوں ہی قبلے سامنے آ جائیں۔ وجہ یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت اہل کتاب سے مختلف کوئی طریقہ اختیار فرماتے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا حکم یا اجازت مل جاتی تھی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں دونوں قبلوں کو بیک وقت سامنے رکھنا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصول کے مطابق بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جی چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے سورہ البقرہ میں آیات نازل فرما کر یہ اجازت دے دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ ہی کو اپنا قبلہ بنا لیں۔ گویا مدینہ منورہ میں مسلمانوں نے پہلے بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا تھا۔

بیت المقدس انبیائے کرام کا وطن ہے۔ مسجد اقصیٰ ان مساجد میں سے ہے جن کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تین مساجد کے علاوہ کسی اور کی طرف سفر نہیں کیا جا سکتا، مسجد حرام، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد اقصی۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر 1132)

ایک طویل حدیث میں آیا ہے، جسے حضرت ابوہریرہؓ نے راویت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مسجد میں سب انبیائے علیہم السلام کی ایک نماز میں امامت کرائی۔ حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: ''نماز کا وقت آیا تو میں نے ان کی امامت کرائی۔'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر 172)

مؤرخین اسلام نے لکھا ہے کہ مسجد اقصی کی تعمیر میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی حصہ لیا تھا۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اب یہودی مسلمانوں سے مسجد اقصی کے زیادہ حق دار ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام مؤحد اور توحید پرست تھے اور یہودی توریت میں تحریف کرنے کی وجہ سے مشرک ہو چکے۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہودی مشرک اس میں کچھ بھی حق رکھیں۔ ویسے بھی انبیاء کی دعوت نسلی نہیں بلکہ تقویٰ پر مشتمل ہوتی ہے۔

بیت المقدس ہمارا قبلہ اول ہے یہ ہماری نسل کی بڑی بدقسمتی ہے کہ اسے قبلۂ اول کے چھن جانے کے حادثے سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اس سے بھی زیادہ دل نگار حادثہ مسجد اقصیٰ کی توہین کا ہے یہودی اسے گرا کر اپنا معبد تعمیر کرنا چاہتے ہیں یہی نہیں بلکہ وہ حرمین الشریفین پر بھی حریصانہ نظریں ڈالتے اور نیل سے فرات تک توحید پرستوں کو ختم کر دینے کی آرزو رکھتے ہیں لیکن ہم ابھی تک ان کے عزائم کو نہیں سمجھ سکے، اس لئے کہ ہمیں مسئلہ کی نزاکت کا احساس نہیں۔ اس شہر کی عظمت وفضیلت کو نہیں جان سکے جس کے لئے حضرت عمرؓ نے سفر کیا اور غازیٔ

اسلام صلاح الدین ایوبیؒ اور ان کے جانثار ساتھی برسوں لڑتے اور دادِ شجاعت دیتے رہے یہاں تک کہ اس شہر کے ذرے ذرے میں ان کا خون رچ بس گیا اور جو آج بھی مضطرب و بے چین اور ایک نئی کروٹ کا منتظر ہے۔

اس کتاب میں اس شہر اور مسجد کی مختصر تاریخ اور اس کی عظمت وفضیلت کو بیان کیا گیا ہے جس کے لئے ہمارے اسلاف نے ایک پوری صدی تک اپنے خون سے آبیاری کی۔ آخر میں ہم جناب منظور صاحب کے شکر گذار ہیں جو ہماری ہمت افزائی فرماتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ مسجد اقصیٰ کی حفاظت فرمائے اور اس کی عظمت ہمارے دلوں میں راسخ فرمائے۔

والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۰۲۳/۰۶/۲۱ء

بیت المقدس اور انبیاء کا مسکن

بیت المقدس یعنی یروشلم جو مسلمانوں یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے یکساں باعثِ عزت واحترام ہے، یروشلم بمعنی خدائی حکومت۔ اس کا نام القدس بھی ہے۔ یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر اور تخت داؤد، اور حضرت عیسیٰؑ کی تبلیغی کاوشوں کے نشان ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرات انبیاء کرام اور مصلحین کی یادگاروں کے آثار بھی موجود ہیں۔ بیت المقدس سنہری شہر اور امن کا شہر بھی کہلاتا ہے۔

بیت المقدس کی تاریخ

بیت المقدس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ نسل انسانی اور اس کی تاریخ ہے، یہ مقدس شہر کئی بار اُجڑا اور پھر اسی تابانی کے ساتھ آباد بھی ہوا۔ حملہ آوروں نے کئی بار اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، مگر آبادکاروں نے پھر اسی جوش وخروش سے تعمیر ومرمت میں حصہ لیا، یہودی اس شہر کو "خدائی مسکن" کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ شہر قیامت تک قائم رہے گا۔

سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے اس شہر کو فتح کرکے اپنا دار السلطنت بنایا۔ پھر ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ نے یہاں معبد تعمیر کئے رفتہ رفتہ یہ شہر مذہبی اور روحانی مرکز کی حیثیت اختیار کرگیا۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد اہل بابل یہاں قابض ہوگئے پھر یہودی اور بعد میں یونانی اس پر قابض ہوئے۔

پھر یہودی دوبارہ قابض ہوئے اور ان کے بعد رومیوں نے اس شہر پر قبضہ کرلیا ۱۲۳ ق م میں یہودیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ دوسال بعد عیسائی بادشاہ قسطنطین نے یہاں ایک بڑا گرجا تعمیر کرایا۔

۶۳۷ء میں عرب مسلمان نے رومیوں کو عبرتناک شکست دینے کے بعد یروشلم کو

فتح کیا اور ۵۰ھ سال تک یہ شہر امن وسکون کا گہوارہ بنا رہا۔ پھر صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ رومن کلیساؤں اور پوری عیسائی دنیا نے فوج کی یلغار کرکے عربوں کو یہاں سے نکال دیا ۱۵۱۷ء میں عثمانی ترکوں نے اسے دوبارہ فتح کرکے اپنی حکومت قائم کرلی۔

جائے وقوع

یہ شہر دنیا کی تاریخ میں اپنے جائے وقوع کے لحاظ سے عجیب ہے اور ڈھلوان پہاڑی پر واقع ہے۔ اس شہر میں زیارتوں کی جگہ بہت سی ہیں اور کوئی شخص مکمل ان زیارتوں کو گائیڈ کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔

برٹانیکا انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ یہ ۳۳ صدیاں پرانا شہر ہے۔ یہ مقدس شہر کئی بار اجڑا اور آباد ہوا۔ کئی مرتبہ زلزلوں سے کھنڈرات میں تبدیل ہوگیا اور تقریباً اٹھارہ دفعہ از سرِ نو تعمیر ہوا۔

یہاں کی دو بار مکمل بربادی ہوچکی ہے۔ بادیان اور بخت نصر کے عہد میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، بیت المقدس پر چھ دور ایسے گزرے ہیں کہ اس پر ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ اس کو زمین کے برابر ہموار کردیا گیا، گلی کوچے اور عمارتیں تباہ اور اس کے باشندے قتل یا جلاوطن کردیئے گئے۔

بیت المقدس کے نام

بیت المقدس کے کئی نام ہیں۔ مختلف قوموں نے اپنے اپنے عقیدے کی بنا پر اسے مختلف ناموں سے نوازا۔

(۱) یہودی اور عیسائی آج بھی اسے یروشلم کہتے ہیں۔ سب سے پرانا اس کا نام جیبوس (JEBUS) ہے۔

(۲) یہ یروشلم کا نام حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں اختیار کیا گیا، لیکن یہودی علماء نے حضرت ابراہیمؑ سے منسوب کرنے کے لئے یہ کہا ہے کہ آپ نے اسے

جریح (JEREH) کہا تھا اور شلم کا اضافہ شیلم (SHELM) یا شالیم نے کیا جو ۲۰۰۸ ق م میں یہاں کا حکمران تھا۔

(۳) ارینالڈ اور ایوالڈ کا کہنا ہے کہ یہ دو عبرانی الفاظ ''یرو، شلیم'' کا مرکب ہے جس کے معنیٰ ''ورثہ امن'' (INHERITENCE OF PEACE) ہے۔

(۴) ایک دوسرے یورپی مؤرخ نے اس کے معانی ''اساسِ امن'' قرار دئے ہیں۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ دو شہر جیبس (JEBUS) اور سلم (SALAM) تھے جو ایک ہو گئے اور نام بھی مرکب ہوگیا۔ جو بگڑ کر یروشلم کہلایا۔

جو لوگ اسے دو عبرانی الفاظ کا مرکب قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اصل لفظ جروزلم ہے۔

(۵) بعض لوگ اسے سمتی الفاظ یوری (URI) (بمعنی شہر) اور سلیم (SALIM) (دیوتائے امن کا نام) کا مرکب قرار دیتے ہیں۔ جس کے معنیٰ ''دیوتائے امن کا شہر'' ہوئے۔ اس قدیم عبرانی نام سے عرب بھی واقف تھے۔

چنانچہ یاقوت نے یروشلم (بلا تشدید لام) نیز شلم مختلف نام لکھے ہیں۔ جو یہودیوں کے زمانے میں مروج تھے۔

(۶) لیکن مسلمانوں نے ہمیشہ اسے بیت المقدّس (متبرک گھر) یا بیت المَقدِس (پاک مقام) کے نام سے پکارا ہے۔

(۷) قیصر ہادریان نے یہودیوں سے خالی کرنے کے بعد ۱۳۰ھ میں شہر کو ایلیا کاپی تولی نام سے موسوم کیا اور اس کا پہلا جز والیا کی شکل میں عربی میں محفوظ رہا۔ عربوں کے لئے یہ بے معنیٰ لفظ تھا لہٰذا طرح طرح کے افسانے مشہور ہوگئے۔ یاقوت لکھتا ہے کہ:

کعب کی سند سے روایت کی جاتی ہے کہ اس مقدس شہر کا نام الیا اس لئے ہوا کہ اسے ایک عورت ایلا نے آباد کیا تھا۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ الیا کے معنیٰ بیت اللہ کے ہیں۔

●ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ اپنے بانی الیا کے نام پر ہے۔ جو روما میں شام بن نوح کا بیٹا تھا اور دمشق حمص اور فلسطین اس کے بھائیوں کے نام تھے۔

(۸) شعراء کے یہاں یروشلم کو کہیں کہیں ''البلاط'' کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں دربار یا شاہی محل اور عربوں نے یہ لفظ لاطینی ''پلاتیوم'' سے لیا ہے۔

(۹) اسے گولڈن سٹی (GOLDEN CITY) بھی کہتے ہیں لیکن جب اسے اس نام سے پکارا جاتا ہے تو تاریخ اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔

مقدس شہر

●اس شہر کی قدیم تاریخ میں بمشکل بیس سال ایسے ملیں گے جن کے دوران یہاں کے باشندوں کو امن وسکون دیکھنا نصیب ہوا ہو۔

اس کے باوجود یروشلم یا بیت المقدس اپنی جگہ پر موجود ہے۔ اس کی تقدیس میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوئی۔ اور یہ کرہ ارض کی مختلف اقوام کے نزدیک آج بھی امن کا شہر ہے۔

یہودیوں نے اسے اس وقت مقدس شہر قرار دیا جب انہوں نے اینٹی اوکس اپی فینس کو شکست دی اور یہ ۲۰۰؁ ق م کا واقعہ ہے۔

عیسائیوں کے نزدیک یہ اس لیے مقدس ہے کہ صلیب الصلبوت اسی جگہ تھی اور حضرت عیسیٰؑ اسی شہر میں مصلوب ہوئے۔ لیکن مسلمانوں نے روزِ اول ہی سے اسے مقدس قرار دیا ہے اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس کی بنیاد یبوسیٰ بادشاہ صادق ملیک نے رکھی جو عرب تھا۔

بیت المقدس اور کعبۃ اللہ

حدیث شریف میں ہے کہ بیت المقدس کعبہ معظّمہ کے چالیس سال بعد وجود میں آیا اس بنا پر دنیا کا کوئی مقام بیت المقدس سے قدیم اب تک معلوم نہیں ہوا لیکن تاریخ میں ہے کہ یہاں سب سے پہلے آل سام ۲۵۰۰؁ قبل مسیح میں جو کنعی یا فونیقی کہلاتی تھی آباد ہوئی۔

بیت المقدس کی آبادی

آل سام کے قبائل جزیرۃ العرب سے ہجرت کر کے یہاں پہنچے تھے انہی قبائل کی ایک شاخ مجوسیوں کے نام سے مشہور تھی۔

۲۰۰۸؁ ق م میں شالیم بادشاہ کی حکومت تھی اور سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ شہرار (یہ دجلہ وفرات کے سنگم پر واقع ہے) سے ہجرت فرما کر اس علاقے میں پہنچے اور حبرون کے مقام پر قیام کیا جو بعد میں الخلیل بھی کہلانے لگا۔

اس علاقے میں مختلف مقامات سے برآمد ہونے والی تختیوں اور کتاب مقدس کی روایات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہاں کا حاکم بھی حضرت ابراہیمؑ کی طرح ہی عبادت کرتا اور خود کو خدا کا فرستادہ بتاتا تھا۔ کتاب پیدائش اور ابن کثیر کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خاص قوت وطاقت کے مالک ہو گئے۔

اور جب دمشق کے بادشاہوں نے جناب لوط علیہ السلام سے جو وادئ اردن میں مقیم تھے، گستاخی کی تو حضرت ابراہیمؑ اپنے آدمیوں کے ساتھ دمشق والوں کے ساتھ لڑے اور انہیں شکست دے کر دمشق تک ان کا تعاقب کیا۔

●ابن کثیر کا بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اس فتح کے بعد لوٹے تو بیت المقدس کے شاہ نے (جو مصر کا باج گزار تھا) شہر سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا، یہ بادشاہ یبوسی تھا۔

● کتاب پیدائش اور قدیم عربی مؤرخین کی روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اسی وادی سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وادئ فاران میں چھوڑ گئے تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے ۱۷۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ تو اسی وادی کے شہر (حَبرون) میں مدفون ہوئے، ان کی وفات کے چالیس سال بعد حضرت یعقوبؑ نے بیت المقدس کے ایک ''بیت ایل'' پر ایک مذبح تعمیر کیا، جس کے کھنڈروں پر صدیوں بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہیکل کی عمارت تعمیر کروائی۔

کتاب پیدائش میں ہے:

''یعقوبؑ ان سب لوگوں سمیت، جوان کے ساتھ تھے، بوز پہنچا، بیت ایل یہی ہے اور ملکِ کنعان میں ہے، وہاں اس نے مذبح بنایا۔ اور اس کا نام ایل ''بیت ایل'' رکھا۔

اور جب حضرت یعقوبؑ عرصہ دراز جلاوطنی میں گزارنے کے بعد واپس لوٹے تو ان کا نام اسرائیل ہوگیا۔ ان کی یہ جلاوطنی اپنے بڑے بھائی ادوم کے خوف سے تھی۔ جب وہ بھائی سے مطمئن ہوگئے اور واپس آئے تو بھائی ادوم نے ایثار کرتے ہوئے ادومیا کی طرف پسپائی کی۔ حضرت ایوبؑ ادوم کے بیٹے تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کا دور بائیسویں صدی قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے۔

ایل بیت کی اہمیت

ایل بیت ایل (یعنی بیت ایل کا خدا) کی اس سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے بیت ایل میں خدا کو خواب میں دیکھا اور اس کی یاد میں وہاں ایک مذبح بنا دیا۔

حضرت یعقوبؑ کے صاحب زادے حضرت یوسفؑ جب امتداد زمانہ سے مصر پہنچے اور بادشاہ ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ کے پوتے اسرائیل یعنی (یعقوبؑ) کی اولاد اپنے جد امجد کی وفات سے ڈیڑھ دوسو برس بعد مصر میں منتقل ہوگئی۔ اور اسے خوب عروج حاصل ہوا۔

لیکن حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد یہ قوم معتوب ہوئی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور مصر میں آمد سے چار سو سال بعد حضرت موسیٰؑ کو اس میں مبعوث کیا، جنہوں نے اِسے فرعون کے پنجۂ ظلم واستبداد سے نجات دلائی اور بنی اسرائیل دریائے نیل پار کر کے وادئ سینا میں داخل ہوگئ مگر یہ قوم اپنے نبی کی نافرمان اور احسان فراموش ثابت ہوئی اور بتوں کی پوجا کرنے لگی۔

اور جب موسیٰؑ نے اسے ڈانٹ پلائی تو ان پر چڑھ دوڑے، مگر اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی حفاظت فرمائی۔ اس کے بعد جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس

میں داخل ہونے کا حکم دیا تو یہ قوم پیغمبر کی تعمیل سے گریزاں ہوگئی اور صاف کہہ دیا۔

اذھب انت و ربك انا ھٰھنا قاعدون ''تو اور تیرا رب جانے، ہم تو یہی بیٹھے ہیں''، یعنی ہم نہیں لڑیں گے۔

وادئ تیہ کا عرصہ

بنی اسرائیل کی یہ گستاخی اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزری، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ جب تک موجودہ نسل کے تمام بچے بالغ نہیں ہوگئے اس وقت تک وہ وادئ تیہ میں ہی بھٹکتے رہے ان کی ذلت کا یہ عرصہ چالیس سال پر محیط ہے۔ اس عرصہ میں ہلاک ہونے والے یہودیوں کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ پھر یہ بیت المقدس میں دوسو سال بعد داخل ہوئے۔

بیت المقدس پر حملہ

تاریخ بتاتی ہے کہ یشوع بن نون نے سنہ ۱۲۵۱ق م میں بیت المقدس پر حملہ کیا۔ اس وقت اودنی صدق یروشلم کا بادشاہ تھا۔ جرون یرموت، لیکس اور عجلون کے بادشاہ اس کے معاون ومددگار تھے اور وہ سب کے سب عموری تھے۔ یشوع نے انہیں جعبون کے مقام پر شکست دی۔

پانچوں بادشاہ مارے گئے اور کنعان پر بنی اسرائیل کا قبضہ ہوگیا۔ بائبل کے مطابق یروشلم اس وقت بھی مقدس شمار ہوتا تھا۔

اسرائیل نے کامیابی کے بعد حبرون کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ اور ان کی سلطنت اردن، شام اور یمن کی سرحدوں تک پہنچ گئی۔

● آثار قدیمہ کی کھدائی بتاتی ہے کہ یشوع بن نون کی آمد سے پانچ سو سال قبل برنجی دور شروع ہو چکا تھا۔ اور مقامی لوگ تانبے میں ٹین ڈھال کرنئی دھات کا استعمال کرنے لگے تھے۔

بائبل گواہ ہے کہ جب بنی اسرائیل فراعنہ مصر کے تحت ذلت کی زندگی گزارنے

اور چالیس سال تک وادیٔ تیہ میں بھٹکنے کے بعد فلسطین میں داخل ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیمؑ کے انتقال کو تقریباً پانچ سو برس گذر چکے تھے۔ اور اس وقت بنی اسرائیل بہت بڑے موحِدّ اور اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے والے تھے۔

یہود کا قبضہ

بائبل میں ہے کہ یشوع نے ارض فلسطین کی تقسیم میں یروشلم یہودا کو دیا لیکن یہ بھی بائبل ہی کا بیان ہے کہ یہوداہ نے اپنے بھائی شمعون کی مدد سے لڑ کر اس شہر پر قبضہ کیا تھا اور یہ واقعہ ۱۴۰۰ ق م کا ہے۔

بائبل اس امر کی بھی گواہی دیتی ہے کہ باوجود اسکے کہ بنی یہودا نے یروشلم میں لوگوں کو بہ تیغ اور شہر کو تباہ کرنے میں فراخ دلی دکھائی تھی۔ بنی یمنین جنہیں یہوداہ آگے بڑھتے ہوئے شہر کی نگرانی سونپ گیا تھا۔ یبوسیوں کو جو یروشلم میں رہتے تھے نہ نکال سکے۔

(قضاۃ ۱:۱۲)

پھر جب بنی اسرائیل طاقت کے نشے میں راہ ہدایت سے بھٹک گئے اور انہوں نے احکام الٰہی کو پس پشت ڈال دیا اور وہ جذبہ جس نے انہیں فاتح بنایا تھا دم توڑ دیا تو وہ ذلیل ہو گئے۔

البتہ کبھی کبھار ان میں سے کسی کی غیرت ایمانی بھڑک اٹھتی، وہ ان کے جذبہ کو ہوا دیتا۔ اور یہ وقتی طور پر ابھر آتے لیکن اس کی موت کے ساتھ پھر ذلت و رسوائی کے غار میں چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ یبوسیوں نے انہیں وہاں سے نکال دیا۔ اور یروشلم ان کے لئے ''اجنبی کا شہر'' بن گیا۔

● اس دور میں ان پر قاضی حکومت کرتے تھے۔ لیکن ان کی قومی زندگی، طوائف الملوکی کا شکار تھی کہ ہر شخص اپنی مرضی کا مالک تھا۔

حضرت شموئیل

خود قاضی اور کاہن اپنی قوم کی بداعمالیوں اور بدعنوانیوں میں برابر کے شریک

تھے۔ اللہ نے ان میں شموئیل نبی کو (جو یہود میں حضرت موسیٰؑ کے بعد دوسرے نبی شمار ہوتے ہیں) مبعوث فرمایا۔ شموئیل نبی نے یہودیوں کو صنم پرستی سے چھٹکارا اور فلستیوں کی غلامی سے نجات دلائی۔

چنانچہ اللہ کی شریعت پر عمل کرنے سے اسرائیلیوں پر ماضی کی شان وشوکت لوٹ آئی۔ حضرت شموئیل جب اپنی آخری منزل کو پہنچے تو انہوں نے بنی اسرائیل کو منشا کے مطابق ان پر حضرت طالوت (ساؤل) کو بادشاہ مقرر کر دیا۔

اس کے حاکم ہونے سے تیس سال قبل یعنی ۱۰۵۰ ق م میں اشدودی نے بنی اسرائیل کو شکست دے کر تابوت سکینہ لے گئے تھے۔ جسے سات ماہ بعد انہوں نے خود ہی لوٹایا تھا۔

طالوت کی بادشاہت

طالوت ۱۰۲۰ ق م میں بادشاہ بنا اور اس کا سارا عرصہ فلستیوں سے لڑائیوں میں گزرا۔ ان جنگوں میں ایک نوجوان نے تلوار کے جوہر خوب دکھائے اور مشرکین کا سالار علیٰ جالوت بھی اسی جوان رعنا کے وار سے ہلاک ہوا۔ یہ نوجوان حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔

فائدہ: شموئیل نبی کی آمد تک یہود باقاعدہ قوم کی حیثیت اختیار نہیں کر سکے تھے۔ بلکہ ان کے قبائل کی انفرادیت برقرار تھی اور وہ ایک دوسرے پر بالاتری حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔

اس صورت حال نے انہیں شدید نقصان پہنچایا تھا۔ حضرت شموئیل آئے۔ تو ان کی قبائلی انفرادیت کو ختم کر کے اسے ایک متحد قوم کی صورت دے دی۔ شموئیل ایک روحانی حاکم تھے وہ بیک وقت شہنشاہ اور رہنما تھے اور انہیں قاضی القضاۃ، استاد اور پیغمبر کے فرائض انجام دینے پڑے۔ گو انہوں نے باہم متصادم قبائل کو اکٹھا کر دیا تھا۔ لیکن ساؤل (طالوت) کے عہد میں بھی ان کی قبائلی عصبیت ختم نہ ہو سکی، حتی کہ حضرت داؤدؑ مبعوث ہوئے یہود کا ابتدائی دار الحکومت حبرون تھا۔

طالوت کی تخت نشینی اسی شہر میں ہوئی اور وہ یہیں سے فوجی جنگوں میں شہری مہموں کی نگرانی کرتا رہا۔طالوت شاہی آداب کا حامل تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام

جالوت کے بعد شاہی تاج طالوت کے سر پر سجایا گیا۔وہ کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا۔طالوت کے بعد بنی اسرائیل نے متفقہ طور پر حضرت داؤدؑ کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ان کا ابتدائی دار الحکومت جبرون ہی تھا۔اور بیت المقدس پر یبوسی قابض تھے۔حضرت داؤدؑ نے اسرائیلیوں کی متحدہ طاقت کے ساتھ جنوب سے شہر القدس پر حملہ کیا۔

زیریں حصہ باسانی فتح ہو گیا۔مگر بالائی حصہ کے مکین ڈٹے رہے۔اور حضرت داؤدؑ کی یوں تضحیک کی کہ لولے لنگڑے لوگ فصیل شہر پر لا کھڑے کئے اور پیغام بھجوا دیا کہ پہلے انہیں قابو میں لائیے۔اس پر حضرت داؤدؑ نے زبردست حملہ کیا اور آخر بالائی شہر فتح ہو گیا۔حضرت داؤدؑ نے یبوسیوں کو شہر بدر کر دیا۔

اس سے پورے فلسطین پر ان کی حکومت قائم ہو گئی۔اور ان کی عظمت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔

ہمسایہ سلطنتیں خوف زدہ ہو کر متحد ہو گئیں اور حضرت داؤدؑ پر حملہ کرنے کی ٹھانی۔لیکن وہ یروشلم تک نہ پہنچ سکیں بلکہ کیفد پائیم کی وادی ہی میں شکست کھا کر پسپا ہوئیں جس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی طاقت سے مرعوب ہو کر بہت سے ہمسایہ حکمرانوں نے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔

جنگ و صلح کے دور میں حضرت داؤدؑ نے بالائی و زیریں شہر کو ایک کر دیا اور شہر کے گرد ایک مضبوط فصیل تعمیر کرائی۔

اس کے علاوہ جبل زیتون پر شاہی محل اور وادی میں شاہی باغ تعمیر کرایا۔یہ پہلا موقع تھا کہ بنی اسرائیل نے یروشلم پر قبضہ کیا۔

حضرت داؤدؑ کے ۳۳ سالہ دورِ حکومت میں اسرائیلی فوجوں کو سکون بہت کم ملا۔ان کی جنگوں کا نتیجہ ان کے حق میں مفید ثابت ہوا۔بنی اسرائیل جواب تک قبائلی عصبیت کا شکار مختلف قبیلوں میں تقسیم تھے ایک قوم بن گئے۔

بنی اسرائیل کے غرور میں اضافہ ہو گیا۔مالِ غنیمت اور دوستی کے خواہاں حکمرانوں کے نذرانوں سے خزانہ بھر گیا۔شہر کی دولت میں زبردست اضافہ ہوا اور لوگ خوشحال ہو گئے۔

تعمیر ہیکل اور دورِ سلیمان علیہ السلام

تابوت سکینہ جس میں حضرت یوسفؑ کا جسم اور کپڑے بند تھے جسے حضرت موسیٰؑ مصر سے اپنے ہمراہ لائے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے قبل فلستی اسرائیلیوں کو شکست دیکر اسے اپنے ساتھ اشدود لے گئے تھے۔حضرت داؤدؑ کی خواہش تھی کہ وہ اس کے لئے ایک مستقل گھر بنائیں۔تاکہ یہ محفوظ رہے لیکن اسرائیلیات کے مطابق اللہ نے انہیں بتایا کہ اللہ کا مستقل گھر ان کے بیٹے کے عہد میں تعمیر کیا جائے گا۔اس سے وہ بد دل نہیں ہوئے بلکہ وہ اس کی تعمیر کے لئے ضروری سامان جمع کرتے رہے۔انہوں نے سونا چاندی اور لوہا، پیتل جمع کیا۔

لبنان سے قیمتی لکڑی منگوائی، آرائش کے لئے مختلف علاقوں سے قیمتی پتھر حاصل کئے۔الغرض وہ اپنے بیٹے کا کام آسان بنانے کے لئے متواتر مصروف رہے۔جہاں تک کہ آخری دنوں میں اپنے بیٹے سلیمان کو اس گھر معبد یا ہیکل کا وہ خاکہ بھی تفصیلاً سمجھا دیا جسے انہوں نے عالم رؤیا میں دیکھا تھا۔

حضرت داؤدؑ کے بعد

۱۰۱۵ ق م میں ان کا انتقال ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام تخت نشین ہوئے۔ان کی سلطنت ایک طرف اردن اور دوسری طرف فرات تک پھیل گئی۔۱۰۱۲ ق م میں انہوں نے ہیکل سلطنت کی تعمیر شروع کی۔

ہیکل اسی جگہ تعمیر ہوا جسے حضرت داؤد علیہ السلام نے منتخب کیا تھا۔ مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ یہودی کبھی بھی اچھے معمار نہیں رہے۔ اس لئے سلیمان علیہ السلام نے ہیکل کی تعمیر کے لئے لبنان و مصر سے معمار منگوائے۔

تعمیری کام

ہیکل کی تعمیر سات سال تک جاری رہی اور دو لاکھ آدمی مسلسل کام کرتے رہے، بے انتہا دولت خرچ ہوئی۔ حضرت داود علیہ السلام وراثت میں ایک کروڑ تیس ہزار پونڈ سونا اور ۱۲۷۰ ہزار پونڈ چاندی چھوڑ گئے تھے۔ اس دولت کے علاوہ اور بھی چیزیں تھیں۔

ہیکل کی لمبائی چوڑائی

بائبل کی کتاب سلاطین میں دی گئی تفصیل اور مؤرخین کے بیان کے مطابق ہیکل سلیمانی ، بلا شبہ فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار تھا اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ (یعنی ۹۰ فٹ) چوڑائی بیس ہاتھ (یعنی ۳۰ فٹ) اور اونچائی تیس ہاتھ (یعنی ۴۵ فٹ) تھی اور اس کے اندر ''پاک ترین جگہ'' بنائی گئی جہاں خداوند کے عہد کا صندوق ''تابوت سکینہ'' رکھا گیا۔

تابوت سکینہ بخت نصر کے حملہ کے بعد ایسا غائب ہوا کہ آج تک اس کا سراغ نہیں لگایا جا سکا۔ ہیکل سلیمانی کی عمارت کوہ موریہ پر قبۃ الصخرہ سے مغرب میں کچھ دور واقع تھی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہیکل اس دور کے فن تعمیر کی تکمیل تھا۔ اور اس سے بہتر کوئی عمارت نہ تھی۔ تاریخ یہ بھی کہتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے علماء خدام کے لئے بھی رہائش گاہیں بنائیں، اس کے باوجود ہر آنے والا بادشاہ اس ہیکل میں بارہ دریوں اور بر آمدوں میں اضافہ کرتا رہا حتی کہ تابوت سکینہ کا کمرہ مختلف ادوار کی عمارتوں میں چاروں طرف سے گھر گیا۔

سلیمانی محل

حضرت سلیمانؑ نے اپنے لئے بھی ایک عظیم محل تعمیر کرایا، جو ہیکل کے بعد دوسری عظیم عمارت تھی، اس کی تعمیر پر تیرہ سال لگے۔ اور اس کی اہم بلڈنگ ۱۵۰ فٹ لمبی، ۷۵ فٹ چوڑی اور ۴۵ فٹ بلند تھی۔ یہ عمارت سہ منزلہ تھی۔

حضرت سلیمانؑ کی شان وشوکت

حضرت سلیمانؑ کی شان وشوکت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خادموں اور ملازموں کی تعداد ہزاروں سے زائد تھی۔ کھانے کے میز اور برتن سونے کے تھے، اور اس شان وشوکت نے ساری دنیا کو متحیر کر دیا تھا۔

چنانچہ ملکۂ سبا بھی متاثر ہوئی اور ایک عظیم فوج کو ساتھ لے کر شاہانہ وقار سے یروشلم میں داخل ہوئی اس کے کارواں میں سینکڑوں اونٹ تھے جو خوشبوؤں سے لدے تھے۔

● جوسیفس لکھتا ہے '' کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے شہر پناہ کو اور مضبوط کیا اور ہیکل کی پہاڑ بھی فصیل کے اندر لے لیا۔ شہر کو پانی کی فراہمی کے لئے دور کی وادیوں سے نہریں کھودی گئیں، چشمے اور حوض بنائے گئے''۔

ان میں سے ''کنواری کا چشمہ'' آج بھی دورِ سلیمانی کے فنِ تعمیر کا عظیم شاہکار ہے۔ دوسری عمارتیں بھی بنیں، سڑکوں کو پختہ کیا گیا، نتیجتاً بیت المقدس اپنے دور کا خوبصورت ترین شہر بن گیا اور عظیم تجارتی کارواں اس شہر تک آنے لگے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک بحری بیڑا بنایا۔ جو برطانیہ تک پہنچ سکتا تھا۔

کولمبس نے جب شمالی امریکہ دریافت کیا تو اس کا خیال تھا کہ حضرت سلیمانؑ کی دولت کا خزانہ ویسٹ انڈیز تھا اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ سلیمانی بحریہ نہایت فعال تھا اور دور تک پہنچتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں سلطنتِ اسرائیل اپنے عروج پر تھی۔

وفات سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال ۹۷۵ق م میں ہوا اور اس کے ساتھ ہی سلطنت دوحصوں میں تقسیم ہوگئی۔ جنوبی سلطنت، یہوداہ، جس میں جنوبی فلسطین اور روم شامل تھا جس کا پایۂ تخت یروشلم اور شمالی سلطنت اسرائیل، جو شمالی فلسطین اور شرق اردن پر مشتمل تھا، دارالحکومت سامرۃ (بابلس) قرار دیا۔

جنوبی حکومت کا حکمران رجعام بن سلیمان علیہ السلام اور شمالی کا یرلعام تھا۔

دونوں ریاستوں میں ٹھن گئی۔ اور یہودا نے خدا کے حضور غلطی کی اور اپنے گناہوں سے اللہ کی غیرت کو برانگیختہ کیا۔

کیونکہ انہوں نے اپنے لئے ہر اونچے ٹیلے پر ہر درخت کے نیچے اونچے مقام، ستون اور عمارات بنائیں (یعنی غیراللہ کی پرستش شروع کی) اور اس ملک میں لوطی بھی تھے اور مکروہ کام بھی کرتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے سامنے سے نکال دیا تھا۔

(سلاطین ۱۰۴:۲۲تا۲۵)

شاہ مصر کی پیش قدمی

رجعام کے پانچویں سال شاہ مصر (سی شاک) نے یروشلم کی طرف پیش قدمی کی اور بغیر کسی مزاحمت کے شہر میں داخل ہوگیا۔ اس نے ہیکل سلیمانی اور شاہی خزانوں کو لوٹا اور عبادت گاہ کی تمام قیمتی چیزیں لے گیا۔

یہ بیت المقدس کے سترہ محاصروں میں سے پہلا اور سب سے کم نقصان دہ حملہ تھا۔ سلیمان کا بیٹا مصر کا مطیع بن گیا۔

پھر ایسی تباہی شروع ہوئی کہ سلیمان سے ہیرودوس اعظم تک بیت المقدس کئی حملہ آوروں کا نشانہ بنا۔ بار بار اندرونی انتشار کا شکار رہا۔ اور اس پر اتنی مصیبتیں آئیں کہ اس کی ہیئت بدل گئی، گہری وادیاں ملبے سے پٹ گئیں اور حالت اتنی بدل گئی کہ اس کے پہلے

باشندوں میں سے کوئی اسے دیکھے تو پہچان نہ سکے۔

وفات سلیمان علیہ السلام کے بعد

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ہی بنی اسرائیل کی ریاست دو طاقتوں میں تقسیم ہوگئی، جو ہمیشہ باہم دست وگریباں رہیں اور صدیوں تک ان کے بادشاہ الگ الگ مقرر ہوتے رہے۔

یہی نہیں بلکہ بنی اسرائیل فحش، جرائم مکاری، عیاشی، بدمعاشی میں کھوکر کمزور اور توحید سے منحرف ہوکر کنعان کے قدیم قبائل کی طرح بت پرستی پر بھی مائل ہوگئے۔

وہ اپنے خدا یہوداہ، کی مورتیاں بنانے اور دیوی دیوتاؤں کی طرح ان مورتیوں سے عجیب وغریب روایات منسوب کرنے لگے، انہوں نے توریت میں اپنی حسب منشا ردوبدل کرلیا۔

علماء اور کاہن مخصوص مفادات کے تحت توریت کی عبارتیں مسخ کردیتے اور اس دور میں جو بھی ان کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرتا بنی اسرائیل اس کا تمسخر اڑاتے اذیتیں پہنچاتے اور قتل کرنے سے بھی گریز نہ کرتے چنانچہ قدرت نے انہیں سزا دی اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر ہوکر رہ گئی۔

بیت المقدس سے یہودیوں کی محرومی

جب بنی اسرائیل باہم لڑنے اور خدا کی پرستش کرنے کے بجائے بتوں کو پوجنے لگے اور ۸۹۹ق م میں جب یہوداہ کی سلطنت پر یہورام بادشاہ تھا۔ فلسطینیوں اور عربوں کی متحدہ طاقت نے یروشلم پر حملہ کیا۔ انہوں نے ہیکل کو لوٹا اور وہاں داخل ہوکر جو کچھ ملا اٹھالیا۔

حتٰی کہ شاہ کی بیویاں اور بچے سوائے سب سے چھوٹے بچے کے قیدی بنا کر ساتھ لے گئے۔ یہ حملہ محض لوٹ مار کی خاطر تھا اس لئے حملہ آوروں نے شہر کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچایا۔

لیکن اس حملہ کے فوراً بعد شاہ اسرائیل، یہوآس یروشلم پر حملہ آور ہوا۔اس نے ہیکل کے سونے چاندی کے برتنوں کو سمیٹا اور سامرہ واپس چلا گیا۔

پھر ایک عرصے تک یہوداہ کی سلطنت سنبھل نہ سکی بلکہ مقامی باشندوں نے شاہ یہوداہ امصیاہ کے خلاف بغاوت کر کے اسے قتل کر دیا۔اور یوں بیت المقدس بنی اسرائیل کے قبضہ سے نکل گیا۔

لیکن امصیاہ کا بیٹا عزیاہ یہوداہ کا وارث ہوا۔وہ سولہ برس کا تھا، جب تختِ سلطنت پر بیٹھا اور اللہ نے اسے کامیاب کیا اور وہ یروشلم پر اپنا اقتدار قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔اس نے معبد اور فصیل شہر کی شکستہ دیواروں کی مرمت کرائی۔اسرائیلی فوج کو از سرِ نو منظم کیا۔اور کھیتی باڑی پر بھی توجہ دی۔

لیکن جب وہ زور آور ہوگیا تو بہک گیا اور اللہ کی نافرمانی کرنے لگا۔چنانچہ ایک زلزلہ آیا۔جس کے جھٹکوں سے شہر کی بنیاد ہل گئیں۔شاہی باغ تباہ ہوگیا اور ہیکل میں بھی دراڑیں پڑ گئیں۔

یوتام کی بادشاہی

عزیاہ کے بعد اس کا بیٹا یوتام تخت نشین ہوا، یوتام انبیاء کی بتائی ہوئی راہ پر قائم رہا اور سولہ برس تک کامیابی سے حکومت کرتا رہا، اس کے انتقال پر آحز بادشاہ ہوا، وہ انتہائی مکار اور گمراہ تھا، اس کے دور حکومت میں ۷۴۰ ق م کے لگ بھگ شامی فوجوں نے یروشلم پر حملہ کیا۔شدید لڑائی ہوئی اور آحز شام کا مطیع ہوگیا۔

لیکن شامی فوجوں کے لوٹتے ہی شمالی بادشاہت (اسرائیل) نے حملہ کر دیا۔ یہوداہ کی کمزور سلطنت مقابلہ نہ کر سکی۔شمالی بادشاہت نے شہر کو لوٹا اور دو لاکھ عورتوں کو گرفتار کر کے ساتھ لے چلے، لیکن سامرۃ پہنچتے ہی انہیں آزاد کر کے واپس بھیج دیا۔

آحز نے رومیوں اور فسلتیوں کے مقابلے کے لئے شاہ اشور تگلت یلنا سے مدد

طلب کی۔یہ دعوت اس کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوئی۔کیونکہ تگلت یلنا آیا تو لیکن اس کی مدد کرنے کے بجائے ہیکل کا قیمتی سامان لوٹ کر اشور یہ لے گیا۔

حزقیاہ کی تخت نشینی

آحز کے بعد اس کا بیٹا حزقیاہ پچیس برس کی عمر میں تختِ سلطنت پر بیٹھا۔اس نے ۷۰۰ ق م سے ۷۴۰ ق م تک چالیس برس حکومت کی۔حزقیاہ نے قوم کو بت پرستی سے نجات دلائی اور ہیکل سلیمانی کی عظمت کو بحال کیا۔

اس کے عہد میں اشوری بادشاہ سنجرب نے یروشلم پر حملہ کیا، لیکن ابھی محاصرہ جاری تھا کہ ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی جس سے اس کے سردار اور جرنیل مرنے لگے اور وہ محاصرہ ختم کر کے واپس چلا گیا۔

منستی کی تخت نشینی

حزقیاہ کے بعد اس کا بیٹا منستی بارہ برس کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور یروشلم میں پچپن (۵۵) برس تک حکومت کی، اس کے عہد میں بنی اسرائیل پھر راہ توحید سے بھٹک گئے۔

بت پرستی نے زور پکڑا اور بد معاشی وعیاشی نے راہ پائی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ۶۶۷ ق م کے لگ بھگ شاہ اسور کے سپہ سالاروں نے اس پر حملہ کیا تو یروشلم کے لوگ مقابلہ نہ کر سکے، حملہ آور منستی کو زنجیروں سے جکڑ کر اور بیڑیاں ڈال کر بابل لے گئے اور چند سال قید رکھنے کے بعد واپس یروشلم بھیج دیا۔

بادشاہت پر بحالی کے بعد اس نے کچھ تعمیراتی منصوبے مکمل کئے اور بیت اللہ کو بتوں سے پاک صاف کیا۔

اس کا جانشین بائیس سالہ رمون دو ہی سال بعد اپنے غلاموں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

۶۴۳ ق م میں اس کا بیٹا یوسیاہ وارث ہوا اور ۳۱ سال تک یروشلم میں حکومت کرتا رہا اس کے عہد میں ہیکل کی مرمت اور عظمت بحال ہوئی۔یوسیاہ شاہ مصر نکوہ سے مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا۔

پھر اس کا بیٹا یہوآخراس کا جانشین ہوا۔لیکن فرعون مصر نکوہ نے اسے بھی شکست دی۔تاوان جنگ کے طور پر سوقنطار چاندی اور ایک قنطار سونا وصول کر کے یہوآحز کو قیدی بنا کر ساتھ لے گیا اور اس کے بھائی یہویقیم کو اپنے باجگزار کے طور پر بیت المقدس میں سلطنت یہوداہ کا بادشاہ بنا گیا۔

بخت نصر شہنشاہِ بابل کا غلبہ

یہویقیم کو سلطنت کرتے گیارہ برس ہوئے تھے کہ ۵۹۸ق م میں بربادی اور تیرہ بختی بابل کے مشہور حکمران بخت نصر کی صورت میں نازل ہوئی۔ جو یہویقیم کو گرفتار کر کے بابل لے گیا اور اس کے بیٹے یہویاکین کو اپنے نائب کے طور پر یروشلم مقرر کر گیا۔

لیکن مصر کی سازش ربیوں اور کاہنوں کے کہنے پر یہویاکین نے فرعون مصر سے ساز باز کر کے بخت نصر کے خلاف علَم بغاوت بلند کر دیا۔

جب یہ خبر بخت نصر کو پہنچی تو وہ بڑے طیش سے بابل سے نکلا۔ پہلے مصری فوج کو جو یہویاکین کی مدد کے لئے آ رہی تھی شکست دی۔پھر یروشلم کا محاصرہ کر لیا اور جنگ کے نتیجے میں بے شمار یہودی مارے گئے۔

بادشاہ گرفتار ہو کر قتل ہوا۔اور دس ہزار پابہ زنجیر یہودی امیروں کے ساتھ بابل پہنچادیا گیا۔بخت نصر نے ہیکل کے نفیس برتنوں کو سمیٹا اور یہویاکین کے بھائی صدقیا سے اطاعت و وفاداری کا حلف لے کر بابل لوٹ گیا۔

اس طرح کئی سال امن وامان رہا لیکن یہودی کہاں چین سے بیٹھنے والے تھے۔ انہوں نے بادشاہ کو پھر اکسانا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا قبیلہ بخت نصر سے باغی ہو گیا۔

بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی

مختصر سے عرصہ میں یہ تیسری بدعہدی اور بغاوت تھی۔شاہ بابل بخت نصر یہودیوں کی بدعہدی سے تنگ آ چکا تھا۔وہ بابل سے بحیثیت قوم یہود کے مکمل استیصال کا

عزم لے کر نکلا اور فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوتے ہی اپنے فوجیوں کو قتل عام کا حکم دے دیا۔یروشلم کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔انہوں نے اللہ کے گھر کو جلا دیا اور یروشلم کو زمین کے برابر کر دیا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب بخت نصر نے اپنا کام مکمل کیا تو یروشلم میں راکھ کے ڈھیر کے علاوہ کچھ نہیں تھا اور ہر طرف دھواں چھایا ہوا تھا، وہ مال غنیمت اور بچے کچے یہودیوں کو ساتھ لے کر بابل کی طرف لوٹ گیا۔

اس تباہی میں تابوت سکینہ غائب ہو گیا اور آج تک اس کا سراغ نہیں مل سکا، اس کے علاوہ بخت نصر نے یہودیوں کے تمام صحیفے نذر آتش کر دیئے اور ایک لاکھ مرد اور عورتوں کو قیدی بنا کر کئی میل لمبے جلوس کی صورت میں اپنے ساتھ چلایا، بخت نصر نے انہیں اپنی سلطنت کے سرحدی علاقوں کی طرف نکل جانے کو کہا اور اس طرح غریب الوطنی ان کا مقدر ہو گئی۔بتایا جاتا ہے کہ ان یہودیوں کی تعداد پچاس ہزار تھی۔

یہ یہود کی پہلی قومی تباہی تھی۔اس تباہی و بربادی میں نہ صرف ہیکل سلیمانی کا نشان مٹ گیا بلکہ دیگر مخالفت کے ساتھ ساتھ توریت بھی غائب ہو گئی کہتے ہیں کہ بابل کے زمانۂ اسیری میں یہودی توریت کو یاد کر کر کے رویا کرتے اور آج بھی اس تباہی کی یاد میں ''سلیمان کے روزے'' رکھتے ہیں۔

تل ابیب کی بنیاد

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بابل میں یہودی غلاموں کو دریائے فرات کے کنارے پر آباد کیا گیا اور انہوں نے اس بستی کا نام ''تل ابیب'' رکھا۔اسرائیل کا موجودہ دارالحکومت ''تل ابیب'' اسی دور کی یاد تازہ کرتا ہے۔

یہ تباہی ۵۸۸ق م کے لگ بھگ کا واقعہ ہے اور اس کے پچاس برس بعد تک شہر تباہ اور اجڑا پڑا رہا۔البتہ زائرین آتے اور یروشلم کے کھنڈرات پر بیٹھ کر اسرائیل کی واپسی

کے لئے دعائیں کیا کرتے اور جو یہاں پہنچ نہ پاتے وہ فرات کے کنارے یروشلم کو یاد کر کے رویا کرتے۔

دانیال وعزیر علیہم السلام کی نبوت کا دور

اس دور غلامی میں دانیالؑ اور عزیرؑ نبی، یہود کی رہنمائی کرتے رہے، یہاں تک کہ بابل بن سالتی ایل نے جو حضرت داؤدؑ کی نسل سے تھا۔ صیہونیت کی پہلی تحریک کا آغاز کیا۔

صیہونیت کا آغاز

''صیہون'' دراصل بیت المقدس کی ایک پہاڑی ہے، جس پر حضرت داؤد علیہ السلام نے یروشلم کو فتح کرنے کے بعد جشن فتح منایا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل اسی نسبت سے صیہون کو مقدس سمجھتے اور یروشلم کو ''دخترِ صیہون'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

تحریک صیہونیت کا مقصد کھوئی ہوئی راست صیہون و یروشلم کو دوبارہ حاصل کرنا اور ہیکل سلیمانی کی از سرِ نو تعمیر تھا۔

چنانچہ جب بنی اسرائیل اپنے اعمال کی کافی سزا بھگت چکے اور ۵۳۹ ق م میں ایران کے پہلے کسریٰ خسرو (جسے بائبل خورس کے نام سے یاد کرتی ہے) نے بابل کو فتح کیا تو اس نے اپنی تمام مملکت میں منادی کے ذریعہ یہودیوں کو اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ یہودیوں کے قافلے فلسطین کی طرف جانے لگے۔ لیکن سارے یہودی واپس نہیں گئے۔ صرف تقریباً ۴۲۳۶۰ افراد لوٹے۔ وہ خالی ہاتھ نہیں آئے تھے، بلکہ انہیں اللہ کے گھر کے برتن بھی دے دیئے گئے تھے، جو بخت نصر لوٹ کر لے گیا تھا اور ان کا قائد شیس بضر تھا۔

ہیکل کی تعمیر نو

ان کی فلسطین میں آمد کے سات ماہ بعد یشوع بن یوصدق اور زروبابل بن سالتی

ایل کی قیادت میں ہیکل کی از سرِ نو تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ معماروں میں جذبے کے فقدان کی بنا پر کام بیس سال جاری رہا اور ہیکل کی تعمیر ۵۱۶ ق م میں مکمل ہوئی۔ ہیکل بن چکا تو عزرا نے جو ماہر فقیہہ تھا اس نے کتاب شریعت ''توریت'' پڑھ کر سنائی، جسے اس نے بزرگان یہود کے مشورہ پر اپنی یادداشتوں سے قلم بند کیا تھا۔ اصل توریت بخت نصر کے عہد میں غائب ہو چکی تھی۔ نئی توریت عزرا نے تألیف کی اور نہ صرف انداز بیان میں بہت ساردوبدل کیا بلکہ الحاقی عبارتیں بھی شامل کر دیں۔

نحمیاہ کا بیان

ہیکل ۵۱۶ ق م میں مکمل ہو چکا تھا لیکن فصیل اور شہر ابھی ملبہ کا ڈھیر تھا، اور نحمیاہ کے دور تک انہیں دربار ایرانی میں اتنا اثر ورسوخ حاصل نہیں ہو سکا تھا کہ شہر کی مضبوطی کے لئے تعمیرات کی اجازت ملتی۔ چنانچہ بائبل میں نحمیاہ کہتا ہے۔

''اور چند آدمی یہوداہ سے آئے اور میں نے ان سے یہودیوں کے بارے میں جو بچ نکلے تھے۔ اور اسیروں میں باقی بچے تھے اور یروشلم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ باقی لوگ جو اسیری سے چھوٹ کر اس صوبہ میں رہتے ہیں نہایت مصیبت اور ذلت میں پڑے ہیں اور یروشلم کی فصیل ٹوٹی ہوئی اور اس کے پھاٹک آگ سے جلے ہوئے تھے۔ (باب ۱:۴)

چنانچہ نحمیاہ نے تعمیر شہر اور تعمیر فصیل کی اجازت حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی اور ایک روز جب شاہِ ایران ارتخششا (اردشیر اول) نشہ میں مست تھا درخواست کی، جو منظور ہو گئی۔

اور نحمیاہ یروشلم کی تباہی کے ۱۴۳ سال بعد ۴۴۵ ق م میں شاہی اجازت نامہ کے ساتھ یروشلم پہنچا۔ تعمیر فصیل کا کام فوراً شروع کر دیا گیا۔ بڑی بڑی رکاوٹوں اور مخالفتوں کے باوجود ۵۲ دن کے مختصر عرصے میں دیواریں شہر کی حفاظت کے قابل ہو گئیں۔

یہ فصیل پرانے سامان سے پرانی بنیادوں پر ہی اٹھائی گئی تھی۔ اس کے بعد ایک طویل عرصہ تک امن وامان رہا اور شہر خوشحال ہو گیا۔

سکندر اعظم کا استقبال

نتیجتاً یہودی پھر عیش وعشرت میں پڑ گئے۔ پھر جب سکندر اعظم نے سنہ ۳۳۲ ق م میں دارائے ایران کو شکست دی اور طائر اور غزہ کو فتح کرنے کے بعد یروشلم کی طرف بڑھا تو یروشلم کے یہودیوں نے مقابلہ کرنے کے بجائے شہر سے تین میل باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور سکندر اعظم نے شہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اخبار الطّوال میں ہے کہ سکندر اعظم کا اسی شہر میں انتقال ہوا اور اس کی لاش کو سونے کے تابوت میں بند کر کے سکندریہ پہنچایا گیا۔

سکندر کی موت کے بعد

سکندر کی موت کے بعد اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تو یروشلم مصر کے حکمرانوں کے حصے میں آیا اور اس دور میں بہت سے یہودی مصر کے دربار میں ملازم ہو گئے یہاں انہوں نے بہت جلد اثر ورسوخ اور اعتماد پیدا کر لیا۔ یونانی تہذیب نے یہودیوں کی نجی زندگی پر گہرا اثر ڈالا۔

سکندر کا جنرل

سنہ ۲۰۳ ق م میں انطوخیوس اعظم شامی نے یروشلم پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا لیکن چار سال پھر سکندریہ کا جنرل سکوپس یروشلم پر قابض ہو گیا اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے شہر میں مستقل طور پر مصری فوج کی چھاؤنی قائم کر دی، لیکن شامی بادشاہ نے حملہ کر کے مصریوں کو شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

یہودیوں نے مصریوں کو نکالنے میں انطوخیوس کی مدد کی تھی لیکن یہ بادشاہ یہودیوں کا دوست ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ اس نے یہودیوں کے داخلی انتشار کو اپنی اغراض کے لئے ہوا دی۔

سنہ ۱۷۰ ق م میں اپی فین یونانی (ہیڈرین) نے اس شہر کو تباہ کیا، محلات جلا دئے

عبادت گاہ کی تمام دولت لوٹ کر لے گیا، اور لوگوں کو ان کے مذہب سے منحرف کیا، جو شخص قانون الٰہی کی کتاب پڑھتا، اسے سخت سزا دی جاتی۔

مکابی کا غلبہ

یونانیوں کے اس ظلم وستم کے نتیجہ میں ایک خدا پرستار تحریک ''مکابی'' نے جنم لیا، اس نے تقریباً اسی ہزار یہودیوں کو تہ تیغ کیا۔ مکابی دراصل ایک کاہن تھا جس نے اپنے پانچ بیٹوں کی مدد سے یونانیوں کے خلاف بغاوت منظم کی، اور کامیاب ہو کر شہر اور معبد سلیمانی کی حرمت کو بحال کیا۔ مکابی نے جشن فتح منایا۔ جس کی یاد یہود آج تک عید ہنوکہ کی صورت میں مناتے ہیں۔

سنہ ۱۶۸ ق م میں اینطوجس مصری نے چڑھائی کر کے شہر کو فتح کر لیا۔ لیکن سنہ ۶۵ ق م میں اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے رومیوں نے مداخلت کی اور شہر کا حاکم ارسٹوبوس روم کا باجگزار ہو گیا۔ مگر آرسٹوبوس کے خراج ادا نہ کرنے پر رومی جنرل پومیابی نے سنہ ۶۳ ق م میں شہر کا محاصرہ کر کے ہیکل کو تباہ کر دیا اور بارہ ہزار شہری اس کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

اس کے ۲۳ سال بعد تک بیت المقدس قدرے محفوظ رہا مگر سنہ ۴۰ ق م میں چارلیس سیرزانطی پیٹر نے پارتھین فوجوں کی مدد سے یروشلم پر قبضہ کر لیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ہیرود اعظم رومی شہنشاہ کے نائب کی حیثیت سے یہاں کا بادشاہ بنا، لیکن اسے اپنی سلطنت فتح کرنا پڑی اور پانچ دن کے محاصرہ کے بعد یروشلم میں داخل ہو سکا۔

اس کے بعد یروشلم کی تاریخ کا وہ دور شروع ہوا۔ جو ایک طرف اپنی عظمت اور دوسری طرف اپنے خوفناک جرائم کی وجہ سے مشہور ہے۔

ہیرود اعظم کا دور

ہیرود اعظم کے عہد میں بیت المقدس نے دوبارہ سلیمان علیہ السلام کے عہد کی عظمت حاصل کر لی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت سلیمانؑ کے عہد میں یہ خالص عبرانی اور

یہودی شہر تھا، جبکہ ہیرود اعظم کے دور میں یہ دوسرا رقم بن گیا۔ ہیرود اعظم نے شہر کے گرد تیسری مرتبہ فصیل بنائی اور ہیکل سلیمانی کو از سر نو عظمت بخشی۔ ہیرود نے شہر کی وادیوں میں تھیٹر، سیر گاہیں اور سرکس بھی تعمیر کئے۔

● کیپٹن وارن کی تحقیقات کے مطابق ہیرود کے وسیع شدہ ہیکل کا رقبہ تقریباً ایک ہزار مربع فٹ تھا۔ اور شان و شوکت میں حضرت سلیمانؑ کے ہیکل سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اس نے ہیکل اپنی رعایا کے دل کو جیتنے کے لئے بنوایا تھا۔

لیکن وہ اپنی رعایا کا دل جیت نہ سکا۔ بلکہ قوم اس سے نفرت کرتی رہی۔ اور یہودی علماء (ربیون) نے ہیکل کی تعمیر کے سلسلے میں کبھی ہیرود کی محنت وخدمت کا اعتراف نہیں کیا۔

ہیرود کے کارنامے

ہیرود نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح شہر میں فن تعمیر کے متعدد شاہکار قائم کرائے۔ تاریخ اس بات میں دونوں (سلیمان علیہ السلام اور ہیرود) کو مماثل قرار دیتی ہے۔ کہ دونوں شاہوں پر بیرونی اثرات تھے اور دونوں کی عظیم عمارتیں غیر ملکی فن تعمیر کا نمونہ تھیں۔ حضرت سلیمانؑ نے اس سلسلے میں مصرانائر سے اثر لیا۔ تو ہیرود نے یونان و روما کی نقل کی۔ دونوں نے شہر کے گرد فصیل بنائی اور کوہ موریہ کو ہیکل سے زینت بخشی، سلیمانؑ نے معبد یہوداہ سے عقیدت اور اس کی رضا کے لئے تعمیر کیا تھا، مگر ہیرود اپنے معماروں کی شہرت وعظمت تسلیم کرانے کا خواہاں تھا۔

حضرت سلیمانؑ کے عہد میں شہر خالصتاً مذہبی تھا اور پورے شہر میں کوئی عمارت ایسی نہ تھی، جہاں خودساختہ دیوتاؤں کی پوجا ہوتی ہو، لیکن ان کے بعد اور بالخصوص مکابین کے تجدید مذہب کے بعد بڑے ربی کی حیثیت سے ایسے لوگ بھی سامنے آئے، جن کی شخصیت عوام کی گمراہی کا باعث بنی۔

انہیں میں ایک یشوع تھا، جس نے ربی اعظم ہونے کے باوجود یہودی نام سے

نفرت کی اور اپنا نام (JASAU) جاسو رکھا۔ اس کے علاوہ ہیکل کے باہر سرکس کھیلوں کے اسٹیڈیم اور تھیٹر قائم کیے اور ہیکل میں عبادت کرتے، کاہنوں کی آوازیں، سرکس تھیٹر کے ہنگامے میں دب کر رہ جاتیں، ہیرود کی سرپرستی میں ان برائیوں کو بہت عروج حاصل ہوا۔

ہیرود نے اپنی علاتی بھتیجی سے دوسری شادی کی تو حضرت یحیٰی علیہ السلام نے اسے خلافِ شرع قرار دیتے ہوئے احتجاج کیا۔ ہیرود سے برداشت نہ ہوسکا اور اس نے حضرت کا سر کاٹ کر بیوی کو نذر کیا۔

اس کے عہد میں برائیاں اپنے عروج کو پہنچ گئیں اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اس کی موت کے ساتھ ہی سلطنت نسل ونسب کے تفرقات کا شکار ہو کر تین حصوں میں تقسیم ہوگئی تاہم یہ ریاستیں رومیوں کی مطیع تھیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش

مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیرود اعظم کے عہد میں پیدا ہوئے، جیسا کہ کہا گیا ہے وہ اہل روم کا مطیع تھا اور یہودی نہ تھا بلکہ رومی تھا، جو حضرت یعقوبؑ کے بڑے بھائی عیسو کی اولاد تھے۔

یہودی اس کو غاصب سمجھتے اور اس سے ناخوش تھے۔ تاہم اس نے سردار کاہن کی لڑکی سے شادی اور ہیکل کی از سر نو تعمیر اور اس کی آرائش وزیبائش پر بے شمار دولت خرچ کر کے یہودیوں کے دل میں گھر کرنے کی بہت کوشش کی۔ یہ شخص بڑا ظالم اور سفاک تھا۔

جب ناصرہ میں حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہونے کی خبر ملی تو اس نے ان سب لڑکوں کو قتل کروادیا۔ جو دو سال یا اس سے چھوٹے تھے۔ (متی ب۱،۱۷)

اور مرتے وقت اس خیال سے کہ لوگ اس کی موت کی خبر سن کر خوش ہوں گے یہ حکم دیا کہ شہر کے معززین اور سرداروں کو بلا کر ایک مکان میں بند کر دیا جائے اور اس کی وفات پر ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تاکہ لوگ اس کی وفات پر خوشی منانے کے بجائے

ان سرداروں کا سوگ منائیں۔

اس خونخوار شخص کی موت حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد واقع ہوئی۔

یہودیہ کی سلطنت اس کے فرزندوں میں تقسیم ہوگئی، یہودیہ ملک شام کا ایک صوبہ ٹھہرایا گیا اور ارخلاؤس (اگرپا) اپنے باپ کی جگہ یہودیہ کا حکمران ہوا۔

عیسائی مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ انہیں بیت المقدس میں چار سال کی عمر میں لائیں تا کہ ہیکل میں خدا کے حضور نذرانہ گزارا جائے اور اس طرح حضرت عیسیٰؑ قانونی بیٹا (SON OF LAW) قرار پائیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اس وقت شہر میں دو مذہبی گروہ فریسی اور فقیہہ تھے۔ فریسی قدیم یہودیت کی نمائندگی کرتے اور فقیہہ لبرل تھے اور اپنے اپنے عقائد میں دونوں گروہ متشدد تھے۔

ان کے علاوہ ایک تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا۔ جن میں مذہب کا فقدان تھا، جو انسانی حیات وجذبات کو اہمیت دیتا۔ عیش وعشرت کو مقصد زندگی گردانتا اور بیت المقدس کے تھیٹروں اور کلبوں کی سرپرستی کرتا تھا۔

اول الذکر دونوں طبقوں کے رہنما نیک اور سادہ تھے، جبکہ موخر الذکر طبقہ کی سرپرستی بادشاہ اور اس کے درباری کرتے۔ اسی طرح شہر میں مختلف زبانیں رائج تھیں۔

عبرانی زبان صرف علماء اور کاہن ہیکل میں عبادت کے دوران استعمال کرتے۔ عام لوگ فلسطینی آرامی بولتے، حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں کی زبان تھی اور شاہی دربار اور کیمپ میں سادہ یونانی رائج تھی۔

● علماء اور کاہن، دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھتے اور ان سے نفرت بھرا سلوک کرتے، ان کے نزدیک جو شخص عبرانی نہیں بول سکتا تھا وہ بے روح تھا۔

دعوائے پیغمبری

حضرت عیسیٰؑ بارہ برس کی عمر میں بیت المقدس آئے اور لوگوں کے سامنے ''اللہ کا رسول'' ہونے کا دعویٰ پیش کیا تو لوگوں نے انہیں جھوٹا کہا۔ اس پر انہوں نے ہیکل کی طرف نگاہ اٹھائی اور تباہی کی خبر دیتے ہوئے کہا کہ اس کی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ نہیں رہے گی۔ اور ناصرہ لوٹ گئے۔

پھر ۲۹ء میں پانچ مرتبہ انہوں نے یہاں کا دورہ کیا اور ہر بار یہودیوں کو دعوتِ حق دی لیکن انہوں نے ایمان لانے کے بجائے انہیں ستانا شروع کیا اور رومیوں کے ساتھ مل کر انہیں سولی پر چڑھانے کی سازش کی اس وقت پنطش پلاطس بیت المقدس کا حکمران تھا۔

اس نے حضرت عیسیٰؑ پر الزام لگا دیا کہ وہ روم کے خلاف بغاوت پھیلا کر خود بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔

متی کی انجیل میں ہے کہ پنطش پلاطس یہودی کاہنوں کے پرزور اصرار پر کہ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دی جائے کہا کہ ''میں ان کے خون سے بری ہوں''۔ اس کے باوجود یہود کے مطالبے کو ماننے پر مجبور ہو گیا۔

اور عیسیٰؑ کو ۱۶ اپریل ۳۰ء کو عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق بیت المقدس میں کھوپڑی کی جگہ صلیب پر چڑھا کر ہلاک کر دیا۔ قرآن پاک نے حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کئے جانے کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ''انہیں نہ قتل کیا گیا نہ مصلوب ہوئے بلکہ وہ (یہود) شبہ میں ڈال دئے گئے اور اللہ نے انہیں (حضرت عیسیٰؑ کو) اپنی طرف اٹھا لیا۔

یروشلم کی تباہی

حضرت سلیمانؑ کے عہد میں رہائشی اور تجارتی حصے الگ الگ کئے گئے لیکن جب حضرت عیسیٰؑ اس شہر میں وارد ہوئے۔ شہزادوں اور حکمران خاندان کے افراد اور تاجروں کی

رہائش گاہیں بلند ہوگئیں تھیں اور ان کے پہلو بہ پہلو بازار اور دوکان جہاں کرۂ ارض کا ہر قسم کا سامان میسر آسکتا اور سامان تعیش بکثرت تھا۔

شہر کی آبادی ڈھائی لاکھ تک تھی۔ جو تقریباً ۲۲۰، ایکڑ میں پھیلی ہوئی تھی۔ دولت کی فراوانی اور اشیائے ضروریہ کی ارزانی نے شہر میں بدکاری، و بداخلاقی کو رواج دیا۔

نتیجتاً ایک مخصوص گروہ کے سوا پوری قوم مکروہات محرمات کی رسیا اور شائق تھی، اس کے باوجود اس کے نسلی تفاخر میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

یہود اپنے کو بالاتر سمجھتے ہیں

واقعات شاہد ہیں کہ یہود نے ہمیشہ خود کو دوسری اقوام سے اپنے آپ کو بالاتر اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو GOYTM گھٹیا تصور کیا ہے۔ تالمود میں ہے:

’’خدا نے یہود کو فرشتوں سے بہتر قرار دیا ہے، اور یہود اور غیر یہود میں وہی فرق ہے، جو انسان اور درندے میں ہے‘‘۔ ان کا ذہنی فتور بیت المقدس کی بار بار تباہی کا باعث بنا اور جب ان پر قیصر روم کا نمائندہ قیصریہ سے ان پر حکومت کرتا تھا، وہ رومیوں سے بیزار تھے اور ہمیشہ ان کی حکومت سے آزاد ہونے کی فکر میں رہتے تھے۔

چنانچہ ۶۴ء اور ۶۶ء میں انہوں نے رومیوں کے خلاف زبردست بغاوت کی لیکن ناکام رہے اس وقت بیت المقدس کا حاکم ہیرود اعظم کی اولاد سے تھا۔

اسی دوران ۳۳ء میں پولس (سینٹ پال) نے جو پہلے فریسی کاہنوں میں تھا، عیسائیت قبول کرلی اور بیت المقدس میں مسیحیت کی دعوت دینے لگا۔ یہودیوں نے اسکو گرفتار کرکے حاکم قیصریہ کے پاس بھجوادیا۔

۶۹ء میں بیت المقدس کے یہودیوں نے اپنے نسلی تفاخر کی آڑ میں الیعذ ربن انانیاس کے کہنے پر قیصر کی نذروں کو جو ہیکل میں چڑھانے کے لئے بھیجی گئی تھیں، رد کردیا، یہ گویا قیصر روم کے خلاف ایک نئی بغاوت کا آغاز تھا۔

ہیرود اعظم کے پڑپوتے اغریپا نے تین ہزار سوار بھیج کر اس سرکشی کو دبانا چاہا لیکن یہودیوں نے تمام رومی فوجی ہلاک کردیئے۔ اس کی خبر قیصر روم کے نائب حاکم شام کستی اوس کو پہنچی تو وہ بغاوت کو کچلنے کے لئے بیت المقدس کی طرف بڑھا، لیکن ابھی وہ شہر سے چھ میل کے فاصلے پر تھا کہ یہودیوں نے اس پر اچانک حملہ کرکے پانچ سو رومیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

کستی اوس مشتعل ہوگیا۔ اس نے تیزی سے شہر کی جانب کوچ کیا اور مضافات کے بعض حصوں کو نذر آتش کرکے ہیرود اعظم کے محل کے سامنے خیمے گاڑ دیئے۔

لیکن زبردست نقصان اٹھانے کے بعد پسپا ہونے پر مجبور ہوا۔ اس پسپائی کی خبر قیصر روم کو ملی۔ تو اس نے مشہور رومی جرنیل اور شاہ اسپین کے بیٹے طیطس (TITUS) کو یروشلم پر بھیجا۔

طیطس کا محاصرہ

طیطس نے شہر کا محاصرہ کرلیا، جو ایک ماہ تک جاری رہا۔ یہودی بڑی بے جگری سے لڑے، لیکن کامیابی طیطس کے قدموں میں لوٹ رہی تھی، ۹ اگست ۷۰ء کو وہ شہر میں داخل ہوگیا اور جب رومی سپاہی، یہودیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ہیکل کے اندرونی صحن میں داخل ہوئے تو ایک یہودی نے جلتی ہوئی مشعل ہیکل کے اندر پھینک دی جس سے ہیکل میں آگ بھڑک اٹھی جو طیطس رومی کی کوششوں کے باوجود بجھ نہ سکی اور ہیکل جل کر راکھ ہوگیا۔

اتفاق سے دیکھئے کہ یہ وہی دن تھا جس روز چھ سو سال پہلے بابل نے ہیکل سلیمانی کو برباد کردیا تھا۔ لیکن اس دفعہ بربادی خود یہودیوں کے ہاتھوں عمل میں آئی۔

ہیکل کی تباہی

جب ہیکل جل رہا تھا۔ سپاہی برابر کشت و خون میں مشغول رہے اس کے پاس لاشوں کا ڈھیر لگ گیا اور خون دریا کی طرح بہہ نکلا۔

ایک عجیب قسم کی شورش اور غلغلہ تھا۔ فاتحین کے نعروں اور مفتوحین کی چیخوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ رومیوں نے جب ہیکل کو راکھ ہوتے دیکھا تو انہوں نے عمارت کے باقی حصہ کو بھی آگ لگا دی۔

ہیکل کا خزانہ جس میں بے شمار زر و سیم، لباس اور زیورات بلکہ قوم یہود کا تمام مال و دولت جمع تھا۔ جل کر خاک ہو گیا۔

اب صرف بیرونی حصے کے حجرے باقی تھے، جن میں چھ ہزار سے زیادہ عورتیں اور بچے تھے اور مرد حفاظت کے خیال سے جمع تھے لیکن پیشتر اس کے کہ طیطس کوئی حکم دے سپاہیوں نے ان کو بھی نذر آتش کر دیا۔ اور وہ سب کے سب وہیں جل کر مر گئے۔

● جوسیفن لکھتا ہے کہ:

ہیکل کو آگ لگنے کے بعد اکثر لوگ بالائی شہر میں پناہ گزیں ہو گئے اور انہوں نے وہاں مقابلے کی ٹھان لی۔ طیطس نے ساتویں ستمبر کو بالائی حصہ پر حملہ کر دیا۔

رومی شہر میں داخل ہو گئے۔ قتل عام شروع ہوا اور شام تک جاری رہا۔ تمام گلی کوچے بھوک سے مرے ہوئے لوگوں کی لاشوں سے بھرے ہوئے تھے۔ صبح ہوتے ہی شہر جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔

جو لوگ قتل سے بچ گئے تھے، وہ غلامی میں فروخت ہوئے فوج کی تعداد ۹۷ ہزار تھی۔ اس کے بعد شہر طیطس کے حکم سے بالکل زمین کے برابر کر دیا گیا۔

فائدہ: عیسائیت کے ابتدائی ایام، کا مصنف راوی ہے کہ طیطس رومی نے جب بیت المقدس فتح کیا، تو دراز قد حسینائیں، فاتحین کے لئے چن لیں ۱۷ سال سے زائد عمر کے لڑکے ہزار در ہزار مصر کی کانوں میں کام کرنے کے لئے بھیج دیے۔ کئی ہزار آدمیوں کو گرفتار کر کے مختلف شہروں میں بھجوا دیا۔

تاکہ ایمفی تھیٹروں میں جنگلی جانوروں سے پھڑوانے اور شمشیر زنوں سے کٹوانے

یا خود آپس میں ایک دوسرے کو کاٹنے کے کام لایا جا سکے۔ دورانِ جنگ ۱۷ ہزار غدار قیدی بنے۔ جن میں سے گیارہ ہزار صرف اس وجہ سے مرے کہ نگہبانوں نے انہیں کھانے کو کچھ نہیں دیا تھا۔ ان کے علاوہ جنگ کے دوران جو لوگ قتل ہوئے۔ ان کی مجموعی تعداد ۱۳۳۷۴۹ بتائی جاتی ہے۔

عیسائی مؤرخین کا کہنا ہے:

کہ یہودیوں کو یہ سزا اس لیے ملی کہ انہوں نے اس حادثہ سے چالیس سال قبل جب عیسیٰؑ کو مصلوب کیا۔ پلاطس کے حضور میں کہا تھا کہ اس کا (یعنی یسوع مسیح) کا خون ہم پر اور ہماری اولاد پر ہو۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یہ تباہی اتنی مکمل تھی کہ کوئی یہودی باقی نہ رہا۔ جو بتا سکتا کہ ہیکل مغربی پہاڑی پر تھا یا مشرقی پر۔ اس بیان کی روشنی میں ہیکل کے بارے میں آج کل جو دعوے کئے جاتے ہیں وہ بے بنیاد ہیں۔

اس کے بعد اگرچہ مسیح کے پرستاروں کو یہودیوں کے ظلم و تشدد سے نجات مل گئی۔ لیکن ان کی مصیبتوں کا خاتمہ نہ ہو سکا۔

اب بت پرست ان کے دشمن تھے، دوسری جانب تیس چالیس سال کے بعد فلسطین میں چھپے ہوئے یہودیوں نے پھر سر نکالنا شروع کر دیا۔ اس وقت بیت المقدس کی راکھ سے ایک نیا شہر جنم لے چکا تھا۔

چنانچہ یروشلم کا شہر عیسائیوں کے لئے شہر قیامت بن گیا سنہ ۱۰۱ء اور سنہ ۱۰۶ء میں یہودیوں نے عیسائیوں کو بے دریغ قتل کیا سنہ ۱۳۵ء میں معبد دوبارہ بن کر تیار ہوا لیکن رومیوں نے اسے گرا کر برابر کر دیا۔

سنہ ۱۳۶ء میں رومی شہنشاہ ہیڈربن نے اسے دوبارہ آباد کیا اور شہر کا نام پہلے ''ایلیا'' اور پھر ''کپی ٹولینا'' قرار دیا۔ یہودی پھر آباد ہوئے اور سنہ ۲۳۷ء۔ سنہ ۲۵۷ء۔ سنہ ۳۰۲ء سنہ

عیسوی میں عیسائیوں کو بے دریغ قتل کیا لیکن اقتدار کبھی حاصل نہ کر سکے۔

آریجن کا دور

یہاں مسیحیت کا آغاز ۲۲۸ء میں آریجن کے دورہ فلسطین سے ہوا تھا اور اس دور مصیبت میں بہت سے عیسائی پہاڑ اور غاروں میں چھپے تھے، مگر جب قیصر روم قسطنطین نے عیسائیت قبول کرلی، اور رومی سلطنت کے داخلی جھگڑوں سے تنگ آ کر آبنائے فاسفورس کے قریب نیا شہر قسطنطنیہ آباد کر کے، اسے اپنا دارالحکومت بنالیا، تو عیسائیوں کا یہ دورِ ابتلاء ختم ہوا۔

اسی قسطنطین نے ۳۳۶ء میں بیت المقدس کو عیسائی ریاست میں شامل کر کے یہاں مشہد MARTYRION اور کلیسائے نشور (CHURCH OF RESURRECTION) تعمیر کرائے۔

ہزار ہا عیسائی یورپ کے مختلف ملکوں سے زیارت کے لئے آنے لگے۔ جن کے لئے مسافر خانے تعمیر ہوئے اور سارا شہر عیسائی ہوگیا۔ عیسائی روایت کرتے ہیں۔

قیصر قسطنطین کی ماں ہیلنا نے خواب دیکھا کہ کیلوری کی پہاڑی میں وہ صلیب دفن ہے جس پر مسیح کو مصلوب کیا گیا تھا۔

چنانچہ اس پہاڑی کی کھدائی کر کے وہ صلیب برآمد کی گئی اور سونے چاندی سے منڈھ کر زر و جواہرات سے آراستہ کیا اور یروشلم کے بڑے کلیسا میں سجا دیا گیا۔

عیسائی مؤرخین کا بیان ہے کہ قسطنطین (CONSTENTINE) انتہائی ظالم تھا اس نے اپنی بیوی، بچے اور خسر کو گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔

● ۳۹۵ء میں تھیوڈوسیس (THEODOSIUS) شاہِ روما نے اپنی سلطنت اپنے دونوں بیٹوں میں تقسیم کی تو بیت المقدس، روم کی مشرقی سلطنت کا حصہ بنا۔ اس وقت تک یہ شہر عالم مسیحیت کی عقیدت و ارادت کا مرکز قرار پا چکا تھا، لیکن خوشحالی کے ساتھ ساتھ اہل شہر بالعموم اور یہود بالخصوص عیش وعشرت میں ڈوب گئے تھے۔

● ۵۳۷ء سے مسلسل ایک صدی تک یہود کی وجہ سے شہر میں حرام کاری اور بدکاری عروج پر رہی۔ آخر شہنشاہ ہرکولیس نے ساتویں صدی کے اوائل میں یہود کو بیت المقدس سے نکال دیا۔

چنانچہ یہود نے ہرکولیس (ہرقل) کے مقابلے میں ایران کی حمایت کی اور ۶۱۴ء ایران و روم کی کش مکش میں جو تقریباً ایک صدی سے جاری تھی خسرو ثانی شاہِ ایران بیت المقدس پر قبضہ کرلیا۔ ایک روایت کے مطابق ایرانی فوج نے بیس ہزار عیسائیوں کو تہ تیغ کیا اور یہودیوں پر مظالم کا بدلہ چکایا۔ کلیسائے مزار مقدس اور دوسرے کلیسا بھر دیئے، ان کے خزانوں پر قبضہ اور بڑے پادری کو قید کرلیا۔

ابتدائے اسلام میں بیت المقدس

چودہ برس بعد روم کے شاہ ہرقل نے عیسائیوں کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے حملہ کیا اور خسرو شاہِ ایران کی فوجوں کو شکست دی، اصلی صلیب یروشلم لے گیا، اور یہودیوں کو فلسطین سے نکال باہر کیا۔

اس وقت عرب میں آفتاب نبوت علیہ السلام نکل چکا تھا اور فتح روم کی شہادت مل چکی تھی۔ سورہ الروم میں یہ بشارت موجود ہے۔

سردارانِ عرب ایران سے دلچسپی رکھتے تھے اور ایرانی فتح کے خواہش مند تھے۔

اس لیے رومی فتح کی شہادت پر مسلمانوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب روم کے لشکر کامیاب اور ایرانی ناکام ہوگئے تو ان کے حوصلے پست ہوگئے۔

شاہل ہرقل کی کامیابی سے ۶۳۷ء تک جب بطریق صفرد نیوس نے ستر دن (بروایت دیگر چار ماہ) کے محاصرہ کے بعد اس مقدس شہر کو مسلمانوں کے حوالے کیا۔

شہادت قرآن

اسلام میں بیت المقدس کے ابتدائی دور کی مذکورہ کیفیت کو قرآن مجید میں اس

طرح بیان کیا گیا ہے:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝۲ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝۳ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۴ (سورہ روم: ۲، ۳، ۴)

ترجمہ: ’’مغلوب ہو گئے رومی، (عرب سے) قریب ترین سرزمین (شام وغیرہ میں) اور وہ اپنے بعد مغلوب ہونے کے، جلد ہی غالب ہو جائیں گے، چند سالوں میں اللہ ہی کے لئے ہے سارا اختیار، پہلے بھی اور بعد میں بھی اور وہ دن ہوگا، جبکہ خوش ہوں گے مومن‘‘۔

فائدہ: ان آیات میں قرآن نے ایک عجیب وغریب پیشین گوئی کی جو اس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں ’’فارس‘‘ جسے ایران کہتے ہیں اور ’’روم‘‘ مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آئی تھیں۔

۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک ان کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔

۵۷۰ء میں نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں جنگ روم فارس کے متعلق خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم ﷺ کے دعوئے نبوت اور اسلامی تحریک نے ان لوگوں کے لئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کردی۔

فارس کے آتش پرست مجوس کو مشرکین مکہ مذہباً اپنے سے نزدیک سمجھتے تھے۔ اور روم کے نصاریٰ اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم ان کے قریبی دوست قرار دیئے جاتے تھے۔

جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی مشرکین مکہ خوش ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا کہ عیسائی اہلِ کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں۔

روم سے اہلِ کتاب کی شکست

۶۱۴ء کے بعد (جبکہ ولادِ نبوی کو قمری حساب سے تقریباً پینتالیس سال اور بعثت کے پانچ سال گذر چکے) خسرو پرویز (خسرو ثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک فیصلہ کن شکست دی۔

شام مصر، ایشائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دارالسلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا، بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہو گئے۔ بیت المقدس سے عیسائیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین لے گئے۔ قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا۔

بظاہر اسبابی کوئی صورت روم کے ابھرنے اور فارس کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب خوشیاں منائیں، مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا۔

ایرانی مجوسیوں کے ساتھ مشرکین کی ہمدردی

مشرکین بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے بعض مشرکین نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم تم کو بھی اسی طرح مٹا ڈالیں گے۔

اس وقت قرآن نے اسباب ظاہری کے بالکل خلاف عام اعلان کردیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں۔ لیکن تقریباً نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب ومنصور ہوں گے۔

حضرت ابوبکرؓ کی شرط

اسی پیشینگوئی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعض مشرکین سے شرط لگالی (اس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوئی تھی) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سواونٹ تم کو دوں گا ورنہ اتنے ہی اونٹ تم مجھ کو دو گے۔

شروع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی رائے سے ''بضع سنین'' کی میعاد کچھ کم رکھی تھی۔ بعد میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے ''بضع'' کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاہدہ ٹھہرا۔

ادھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کرلیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو ''حمیص'' سے پیدل چل کر ''ایلیا'' (بیت المقدس) تک پہنچونگا۔

بدر کے دن رومی اہل کتاب کا غلبہ

خدا کی قدرت کہ قرآنی پیشینگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر (یعنی ہجرت کا ایک سال گزرنے پر) عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ عزوجل کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح ونصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے۔ یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا۔ اور اس ضمن میں مشرکین کو مزید خذلان وخسران نصیب ہوا۔

قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشینگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور حضرت ابوبکرؓ نے سواونٹ مشرکین مکہ سے وصول کر لئے جن کے متعلق رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ صدقہ کر دیئے جائیں۔

● روح البیان میں سیغلبون کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سیغلبون مجہول کا صیغہ ہے۔ یعنی عنقریب وہ اہل اسلام مغلوب ہوں گے۔ اور یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ قدس

میں ہوا۔ یہ ۱۵ھ یا ۱۶ھ اور یہ ملک ۷۷ ۴ سال تک اہل اسلام کے قبضہ میں رہا۔ اس کے بعد اس پر فرنگی قابض ہوگیا۔ یہ ماہ شعبان ۴۹۲ھ میں ہوا۔

اور یہ ملک ان کے قبضے میں ۹۱ سال تک رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کو فتح بخشی، وہ جمعہ کا دن ۲۷ رجب ۵۸۳ھ تھا۔

بیت المقدس فرنگی ملعون کے قبضہ میں تھا اور شیخ سعد الدین حمویؒ نے مغلوبیت رقم ۸۰۰ھ کا استخراج ادنی الارض سے کیا۔ اسی سال میں تیمور رومیوں پر غالب ہوا۔

صاحب روح البیان کہتے ہیں کہ اکثر غالبیت ومغلوبیت ہمیشہ کے لئے بضع کے حساب کے اندر رہی ہے اور رہے گی خواہ صدیوں کے لحاظ سے ہو یا باعتبار احاد کے۔ ایسے ہی ایک بار اہل اسلام ۱۸۰۲ء میں غالب ہوئے۔ جیسا کہ چند غلبہ والوں نے اشارات بھی کئے۔

جیسا کہ سیغلبو ن سے بھی سمجھا جاتا ہے لیکن پھر اہل اسلام پر ۱۹۰۷ء میں کفار نے غلبہ پایا۔

شب معراج اور بیت المقدس

معراج کے دور میں بیت المقدس اہل اسلام کے قبضہ میں نہیں آیا تھا شب معراج کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی
الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط

(سورہ بنی اسرائیل:۱)

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا یہ واقعہ جو تاریخ میں اسراء ومعراج کے عنوان سے موسوم ہے۔ کس سال، کس تاریخ اور کس مہینہ وقوع میں آیا۔ حتمی طور پر تاریخ کچھ فیصلہ نہیں کرسکی، لیکن اتفاق اس پر ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ رجب کو واقعہ ہجرت سے اٹھارہ ماہ قبل وقوع پذیر ہوا جس نے مسلمانوں کی نظروں میں حرم کعبہ کے بعد حرم القدس کو عزت و

عظمت کا مقام دیا۔ یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ نے جہاں اپنی مسجد نبوی اور مسجد حرام کے فضائل بیان فرمائے وہیں مسجد اقصٰی کے فضائل بھی بتائے۔

رسول اللہ ﷺ کو معراج ہجرتِ مدینہ سے پورے اٹھارہ مہینے پیشتر ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ اس رات گم پائے گئے تھے۔ عبد المطلب کے بیٹے انہیں ڈھونڈتے پھرے۔

حضرت عباس بھی ڈھونڈنے والوں میں سے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر آپ ﷺ کو پکار رہے تھے۔ یا محمد۔ یا محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ آواز سن لی ۔ جواب دیا تو عباس نے ان سے پوچھا کہاں گئے تھے۔

● رسول اللہ ﷺ نے کہا میں بیت المقدس سے آیا ہوں۔

● حضرت عباس نے تعجب ظاہر کیا۔ ایک رات میں گئے اور لوٹ بھی آئے۔

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں ایسا ہی ہوا ہے۔

● جناب ام ہانی بنت ابی طالب فرماتی ہیں: رسول اللہ کو اسراء ہمارے گھر سے ہوا تھا اور اس رات عشاء کی نماز پڑھ کر ہمارے یہاں سو گئے تھے، فجر سے کچھ پہلے اٹھے۔ جب نماز پڑھ چکے، کہا اے اُم ہانی! میں نے تمہارے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ جیسا کہ تم نے خود دیکھا پھر میں بیت المقدس گیا۔ میں نے وہاں نماز پڑھی۔ پھر اب تمہارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی ہے۔

● مؤرخ القسطلانی کے نزدیک اسراء و معراج ایک ہی رات ہوا۔ اسرء آغاز تھا اور معراج منتہا۔ رسول اللہ ﷺ عالم بیداری میں روح جسم کے ساتھ مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تشریف لے گئے، پھر مسجد اقصٰی سے سات آسمانوں کی طرف پرواز فرمائی اور اپنے رب تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ پر کچھ وحی کی اور پانچ نمازیں فرض کیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ اسی رات لوٹ کر مکہ آئے اور یہ خبر عام کی، حضرت صدیق

اکبرؓ اور مسلمانوں نے ان کی تصدیق کی اور کفار نے انہیں جھٹلایا۔

● ابن کثیرؒ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ: ''معراج آنکھوں دیکھا حال تھا، یہی مذہب پہلے اور بعد کے جمہور کا ہے، سبھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اسرء جسم اور روح کے ساتھ ہوئی تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ

ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد الحرام سے مسجد الاقصٰی کی طرف لے گئی۔ جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے۔ تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں''۔ (سورہ بنی اسرائیل:۱)

فائدہ: قرآن کی یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج ، بدن اور روح کے ساتھ ہوئی تھی کہ عبد روح و جسم سے عبارت ہے، محض روح سے نہیں۔

● مختصر یہ کہ شب معراج میں آپ ﷺ کی پہلی منزل بیت المقدس تھی۔ آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء سابقین کی امامت فرمائی اور ثم عرج بی إلی السماء (پھر آسمان کی طرف صعود فرمایا)۔

مسجد اقصٰی کی وجہ تسمیہ

روح البیان میں ہے کہ (إلی المسجد الا قصا) مسجد اقصی سے بیت المقدس مراد ہے۔ اور اسے اقصٰی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اقصٰی بمعنے بُعد یا دور اور چونکہ مسجد حرام سے یہاں تک سوائے اسی مسجد اقصیٰ کے اور کوئی مسجد نہیں تھی اسی لئے اسے اقصیٰ بمعنی ابعد کے نام سے موسوم کیا گیا یعنی اقصیٰ بمعنے ابعد المساجد من مکه۔ مکہ سے مساجد میں سے بعید ترین مسجد۔ مسجد حرام اور مسجد اقصٰی کی درمیانی مسافت ایک طویل مسافت

ہے لیکن آج کل کے دور میں ہوئی سفر چند گھنٹوں کا ہے۔

سفر معراج

حضرت جبرئیل علیہ السلام حکم خداوندی کے مطابق حضرت اُم ہانی کے مکان پر پہنچے جو حَرم میں واقع تھا۔ براق کو مع ملائکہ باہر چھوڑ کر قدرتِ الٰہیہ سے اس مکان میں حضرت جبرئیلؑ اندر داخل ہوگئے۔کیا دیکھتے ہیں کہ محبوب خدا خوابِ ناز میں ہیں۔

سفر مسجد اقصیٰ

اس طرح ۱۷ رجب شب دوشنبہ کو رسول کریم ﷺ بی بی اُم ہانی بنت ابی طالب کے گھر آرام فرماتھے اور رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ کر وہیں سو گئے۔ بی بی اُم ہانی کے گھر جبرئیلؑ داخل ہوئے۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے پروں سے جگایا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں بیدار ہوا دیکھا کہ میرے یہاں جبرئیل (علیہ السلام) حاضر ہیں۔میں نے کہا! اے جبرئیل (علیہ السلام)! آپ کیوں آئے؟ عرض کیا۔

ترجمہ: ’’اے محبوب محمد ﷺ! رب تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا کہ میں آپ کو اسی شب تعظیم وتکریم سے لے جاؤں، آپ سے پہلے کسی کی تعظیم نہ ہوئی اور نہ آپ کے بعد ہوگی۔آپ آج رات اپنے رب عزوجل سے کلام کریں اس کے عجائبات دیکھیں اور اس کی قدرت وعظمت کا معائنہ ومشاہدہ فرمائیں‘‘۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (جبرئیل علیہ السلام کے اس بیان کے بعد) میں نے اٹھ کر وضو کر کے دوگانہ پڑھا۔شب معراج جبرئیل علیہ السلام ابتداء ایک سفید رنگ کی سواری لائے جسے براق سے تعبیر کیا جاتا ہے (البراق) بضم الموحدہ اور اسے براق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سخت چمکدار تھا جیسے بجلی بادل میں چمکتی ہے رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور بیت المقدس تک پہنچتے پہنچتے کئی مناظر پیش آئے۔جس کے کئی واقعات روح البیان

میں مذکور ہیں۔

اس طرح بیت المقدس کی اہمیت رسول کریم ﷺ کے سفر معراج میں نماز پڑھانے کی وجہ سے بھی اہم ہو جاتی ہے اسی لئے آپ ﷺ نے جن تین مقامات پر زیارت کا حکم دیا ہے اس میں سے ایک مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ساتھ مسجد اقصیٰ کا بھی ذکر فرمایا ہے اور آخر دور کی کئی پیشین گوئیاں بھی یہاں سے وابستہ ہیں اس لئے مسجد اقصیٰ کی اہمیت ہے۔

اللہ تعالیٰ مسجد اقصیٰ کی امت مسلمہ کو حفاظت اور آباد رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

والسلام

دعاؤں کا طالب

محمد سرور فاروقی ندوی

دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی کی تصانیف

اردو کتابیں

۱۔معانی قرآن الکریم
(لفظی ترتیب کے اعتبار سے رواں اردو ترجمہ)

۲۔قرآنی آیات اور اسلامی معاشرہ

۳۔ہندوستان میں قرآن کے ترجمے وتفاسیر کا مختصر تعارف

۴۔تفسیر کا بنیادی ماخذ اور مفسر کی خصوصیت

۵۔قرآن میں انسان کا مقام اور اس کا اعلیٰ مقصد

۶۔قرآن کی دعوت اور اسلامی جہاد

۷۔قرآن کے مثالی نمونے اور لازوال معجزہ

۸۔کائنات کے عجائبات اور انسان کا اللہ سے تعلق

۹۔کلمۂ طیبہ کی حقیقت اور اس کے تقاضے

۱۰۔اللہ تعالیٰ کا تعارف اور کلمۂ شہادت کے فضائل

۱۱۔اسلامی کویز (سوال وجواب کی روشنی میں)

۱۲۔کفروشرک کی حقیقت (شریعت کی روشنی میں)

۱۳۔کفر،شرک اور فسق کا ذکر اور صحابہ سے متعلق عقیدہ

۱۴۔رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے انمول موتی

۱۵۔رسول اللہ ﷺ کی مختصر سیرت مستند کتب کی روشنی میں

۱۶۔حضرت محمد ﷺ اور جزیرۂ عرب

۱۷۔رسول اکرم ﷺ کے کریمانہ اخلاق اور آپ ﷺ کی سیرت

۱۸۔رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ ﷺ کی سنتیں

۱۹۔رسول اللہ ﷺ کی صفات احادیث کی روشنی میں

۲۰۔اعمال صالحہ حصہ اول (حقوق اللہ)

۲۱۔اعمال صالحہ حصہ دوم (حقوق العباد)

۲۲۔خاتم النبین (قرآن کی روشنی میں)

۲۳۔نبیوں کی سیرت (قرآن وسنت کی روشنی میں)

۲۴۔اعمال کو باطل کرنے والی چیزیں اور نیت کی اہمیت

۲۵۔مسلمانوں کے فرقے اور ان کے عقائد

۲۶۔حرام،حلال اور مباح چیزیں

۲۷۔اخلاص کی فضیلت (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

۲۸۔آخرت کا عقیدہ (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

۲۹۔تعداد ازدواج اور اسلام (مذاہب عالم کی روشنی میں)

۳۰۔مستند مسنون دعائیں

۳۱۔امت محمدیہ کی عزت کا معیار اور بنی اسرائیل

۳۲۔اسلام میں جزیہ،خراج اور ذمیوں کے اختیارات

۳۳۔جہاد آتنکواد اور اسلام

۳۴۔داڑھی کی اہمیت (شریعت کی روشنی میں)

۳۵۔مدارس اسلامیہ کے نصاب کا تاریخی جائزہ اور ہندی زبان کی ضرورت

۳۶۔جنات وشیاطین کا تعارف اور معالج کی صفات

۳۷۔قیامت تک کے فتنے
(رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کی روشنی میں)

۳۸۔اسلام کی دعوت کا اثر انسانی دنیا پر

۳۹۔غیر عربی رسم الخط (فانٹ) میں قرآن کی
اشاعت (شریعت کی روشنی میں)

۴۰۔دعوت کی ذمہ داری (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

۴۱۔آخری رسول ﷺ کہاں کب اور کون؟

۴۲۔حضرت محمد ﷺ کا ذکر اور مورتی پوجا کی ممانعت ویدوں کی دنیا میں

۴۳۔ہندو دھرم فرقے تنظیمیں اور اداروں کا تعارف

۴۴۔طریقۂ دعوت اسلوب انبیاء کی روشنی میں

۴۵۔اسلام کے خلاف الزامات اور اس کی دعوت کا اثر انسانی دنیا پر

۴۶۔بدھ مت اور اسلام

۴۷۔غیر مسلموں سے تعلقات اور مذہبی آزادی

۴۸۔اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق

۴۹۔غیر مسلموں سے دوستی یا دشمنی اعتراضات کے تناظر میں

۵۰۔عطیات قدرت اور دولت کی پیدائش

۵۱۔قرآن کے مطابق دولت کا استعمال

۵۲۔اللہ کی طرف سے رزق کی تقسیم اور کمزور طبقے کی کفالت

۵۳۔اسلامی معاشیات کا تقابلی جائزہ

۵۴۔اسلام میں تجارت کا طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)

۵۵۔اسلام کا زرعی نظام (شریعت کی روشنی میں)

۵۶۔جنت کے حالات اور جنت کی نعمتوں کا ذکر

۵۷۔جہنم کے حالات اور جہنمی (قرآن وحدیث کی روشنی میں)

۵۸۔کاغذی نوٹ اور بیع کی حقیقت

۵۹۔اسلامی قانون وراثت اور میراث کی تقسیم

۶۰۔مسافر اور سفر کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)

۶۱۔عید اور قربانی کی حقیقت اور اس سے متعلق مسائل

۶۲۔عمرہ کا آسان طریقہ

۶۳۔حج اور عمرہ کا مکمل طریقہ

۶۴۔روزہ،تراویح،صدقہ اور اعتکاف کے احکام ومسائل

۶۵۔طلاق کا اسلامی طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)

۶۶۔صدقۂ فطر اور عقیقہ سے متعلق مسائل

۶۷۔زکوٰۃ اور مصارفِ زکوٰۃ

۶۸۔اسلامی پردہ اور آزاد معاشرے کی بربادی

۶۹۔محرم کی حقیقت اور عاشوراء کے واقعات،اسلامی جنتری اور اعمال

۷۰۔زبردستی اسلام قبول کروانے کی ممانعت اور اسلامی جہاد

۷۱۔غیر مسلموں سے متعلق مسائل (شریعت کی روشنی میں)

۷۲۔وفات سے پہلے رسول کریم ﷺ کی امت کو نصیحتیں

۷۳۔دعا کی قبولیت کے اوقات وآداب اور مانگنے کا طریقہ

۷۴۔صحابہ کی سیرت (تاریخ کی روشنی میں)

عربی کتابیں

۷۵۔أهمية المرٔ فی ضوء القرآن والسنة

۷۶۔الإنسان فی ضوء القرآن والسنة

۷۷۔نبذة عن صفات رسول الله ﷺ

۷۸۔غزوة حنين والطائف فی ضوء القرآن والسنة

۷۹۔أسباب تحبط الأعمال وأهمية النية فی ضوء القرآن والسنة

۸۰۔الفتن الواقعة إلی قيام الساعة فی ضوء القرآن والسنة

۸۱۔النبی الخاتم من، متی، وأين

۸۲۔الهندوسية فرقها، عقائدها، منظماتها، آهدافها

۸۳۔أهمية الدعوة والتبليغ فی ضوء القرآن والسنة

۸۴۔ذکر سيدنا محمد ﷺ والمنع عن عبادة
الأوثان فی الکتب الهندوسيه

۸۵۔أهمية المرٔ فی ضوء القرآن والسنة

انگریزی

۸۶۔قرآن (20X3016)

۸۷۔اسلام؟

۸۸۔محمد ﷺ اینڈ دا اسٹیٹس آف ورشپ

۸۹۔اذان اے کالنگ فار ہیومینٹی

۹۰۔بیسک ٹیچنگ آف اسلام

۹۱۔محمد دی لاسٹ پرفٹ انڈر دی شیڈ آف وید

۹۲۔ہندو ریلیجین اٹس سیکٹ آرگنائزیشن اینڈ انٹروڈکشن آف اٹس انسٹی ٹیوشن

۹۳۔دی سوارڈ آف اسلام

ترجمہ کی ہوئی کتابیں

۹۴۔رمضان کا تحفہ (مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

۹۵۔منتخب احادیث (حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ)

۹۶۔دارارقم کا احسان انسانی دنیا پر (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

۹۷۔قادیانیت نبوتِ محمدی کے خلاف بغاوت (شیخ محمد بن عبداللہ السبیل)

۹۸۔یکساں سول کوڈ اور مہلاؤ کے ادھکار (محمد سید محمد رابع حسنی ندوی)

۹۹۔مالک ومخلوق (محمد مصطفیٰ قادری)

۱۰۰۔یتیموں کی کفالت (محمد عامر صدیقی ندوی)

۱۰۱۔مانوتا آج بھی اسی چوکھٹ کی محتاج ہے (سید محمد حسنیؒ)

ہندی کتابیں

۱۰۲۔قرآن کا پیغام (قرآن آسان ہندی ترجمہ-20X30X8)

۱۰۳۔قرآن کا پیغام (قرآن آسان ہندی ترجمہ-20X30X16)

۱۰۴۔قرآن کا پیغام (قرآن آسان ہندی ترجمہ-20X30X32)

۱۰۵۔تفسیر فاروقی (جلد اول)

۱۰۶۔تفسیر فاروقی (جلد دوم)

۱۰۷۔تفسیر فاروقی (جلد سوم)

۱۰۸۔تفسیر فاروقی (جلد چہارم)

۱۰۹۔تفسیر فاروقی (جلد پنجم)

۱۱۰۔تفسیر فاروقی (جلد ششم)

۱۱۱۔تفسیر فاروقی (جلد ہفتم)

۱۱۲۔قرآن کا پیغام (پارہ عمہ کی تفسیر)

۱۱۳۔اسلام دھرم کیا ہے؟

۱۱۴۔انتم سندیشٹا کب کہاں اور کون

۱۱۵۔جہاد آتنکواد اور اسلام

۱۱۶۔پوتر قرآن کا سندیش انسانی دنیا کے نام

۱۱۷۔تفسیر سورة الفاتحہ

۱۱۸۔اسلام کیا ہے؟

۱۱۹۔کفروشرک کی حقیقت

۱۲۰۔توحید کی حقیقت

۱۲۱۔لاالہ الااللہ کی گواہی

۱۲۲۔سرشٹی کا شرشٹا کون؟

۱۲۳۔پراکرتک ایش دوتوں کا دھرم اور پرلوک وشواش

۱۲۴۔اللہ کے ادھکار اور بندوں کے ادھکار

۱۲۵۔اسلامی شاشن اور شاشک ایتہاسک درِشٹی سے

مسلم نوجوانوں کے لئے اسلام کی بنیادی کی معلومات کا نادر تحفہ

(مفتی محمد سرور فاروقی ندوی کی ہندی، اردو، انگلش تصانیف)

۱۔ اسلام؟	10	۱۵۔ اسلامی پردہ	35
۲۔ آؤ نماز کی اور	40	۱۶۔ محرم کی حقیقت	35
۳۔ اسلام دھرم کیا ہے؟ (قبول حق کے بعد اسلامی کورس)	250	۱۷۔ وفات سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی امت کو نصیحتیں	30
۴۔ رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ زندگی	35	۱۸۔ آخری رسول کہاں، کب اور کون؟	150
۵۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت سوال وجواب کی روشنی میں	25	۱۹۔ جھاڑ، پھونک، جادو، ٹونا اور تعویذ گنڈے (شریعت کی روشنی میں)	30
۶۔ اسلامی کوئز (سوال وجواب کی روشنی میں)	50	۲۰۔ مسافر اور سفر کی مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)	35
۷۔ جہاد، آتنک واد اور اسلام	180	۲۱۔ اسلام میں تجارت کا طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	150
۸۔ روزہ کا حکم اور اس کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)	30	۲۲۔ داڑھی کی اہمیت (شریعت کی روشنی میں)	30
۹۔ عید اور قربانی کی حقیقت	40	۲۳۔ اسلامی قانون وراثت اور میراث کی تقسیم	30
۱۰۔ حج اور عمرہ کا مکمل طریقہ	30	۲۴۔ کلمہ طیبہ کی حقیقت اور اس کے تقاضے	60
۱۱۔ طلاق کا اسلامی طریقہ	30	۲۵۔ جنت کے حالات اور جنت کی نعمتوں کا ذکر (قرآن وسنت کی روشنی میں)	100
۱۲۔ زکوۃ اور مصارف زکوۃ	40	۲۶۔ جہنم کے حالات اور جہنمی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	60
۱۳۔ آپ کے سوالوں کا آسان حل (حصہ اول)	70	۲۷۔ حرام، حلال اور مباح چیزیں (شریعت کی روشنی میں)	15
۱۴۔ اسلام کی بنیادی معلومات سوال وجواب کی روشنی میں	50	۲۸۔ جنات اور شیطان کا ذکر (قرآن وسنت کی روشنی میں)	50

۱ (آسان ہندی تفسیر) **تفسیر فاروقی** (مفتی محمد سرور فاروقی ندوی) RS- 4200/-

یہ (سات جلدوں پر مشتمل) آسان ہندی زبان میں تفسیر ہے جس میں ہر ہر آیت کی تفسیر الگ الگ نمبر ڈال کر لکھی گئی ہے جس میں اس آیت سے متعلق حدیث، مسائل اور غیر مسلموں کے جوابات دئے گئے ہیں جو مسلم، نومسلم وغیر مسلم بھائیوں کے لئے بہت مفید ہے۔

۲ (آسان ہندی ترجمۂ قرآن) **قرآن کا پیغام** (مفتی محمد سرور فاروقی ندوی) RS- 150/-

یہ (ایک جلد میں مکمل) آسان ہندی ترجمہ ہے جس میں آمنے سامنے ہر آیت کا الگ الگ نمبر ڈال کر ترجمہ لکھا گیا ہے۔

۳ (لفظی رواں اردو ترجمہ) **معانی القرآن الکریم** (مفتی محمد سرور فاروقی ندوی) RS- 300/-

یہ لفظی ترتیب کے اعتبار سے رواں اردو ترجمہ ہے جس میں عربی الفاظ کی ترتیب کے مطابق اردو ترجمہ ہر آیت کا الگ الگ آمنے سامنے لکھا گیا ہے۔

۴ **تشریح لغات القرآن الکریم** (لفظی ترجمہ کے ساتھ لغوی، نحوی وصرفی تشریح (پارہ ۱)) RS- 40/-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک

اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں

اس میں رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ ﷺ کے کھانے پینے، سونے جاگنے، کپڑا پہننے، کنگھا کرنے، تیل لگانے، ناخن کاٹنے، استنجاء کرنے، جوتا اور انگوٹھی پہننے، مسجد اور گھر میں داخل ہونے اور بازار جانے وگفتگو کرنے سے متعلق سنتوں کے ساتھ وضو، غسل، اذان، نماز، دعا، رمضان، عیدین، سفر، سلام، نکاح، میت سے متعلق سنتوں سے لے کر آپ ﷺ کے اخلاق وعادات کا تفصیل سے ذکر ہے۔

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ، یوپی، الھند